دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ
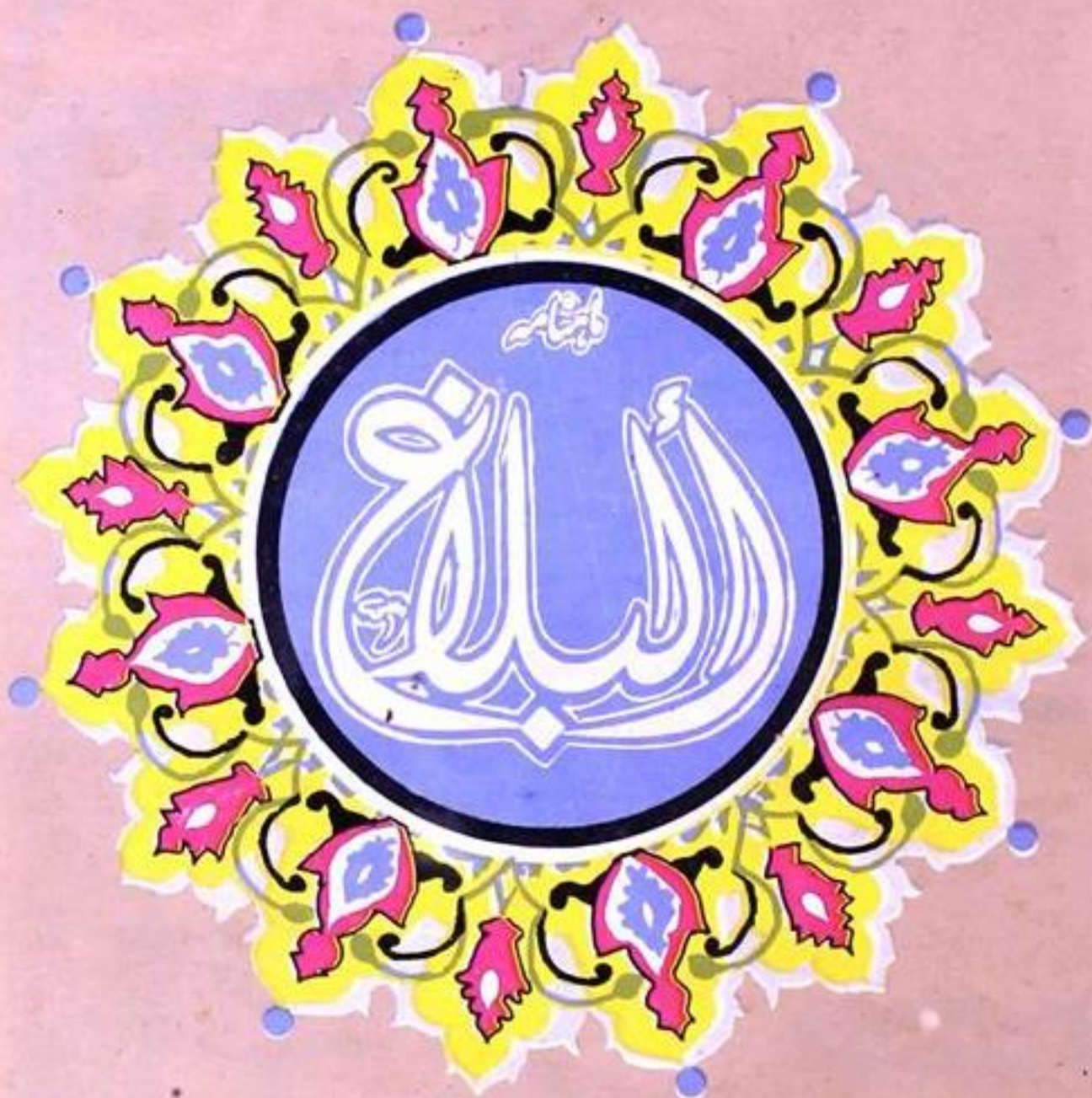
رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مئی ۱۹۸۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

هٰذا بلاغٌ للنّاس

جلد: ۲۲
شمارہ: ۹

۱۴۰۸ھ
۱۹۸۸ء

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

سالانہ بدل اشتراک:

بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک رجسٹری

ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۳۰ روپے
ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	۱۸۰ روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	۱۵۰ روپے

نگران

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر

محمد تقی عثمانی

ناظم

شجاعت علی ہاشمی

پبلشر: محمد تقی عثمانی، دار العلوم کراچی

خط وکتابت کا پتہ:
ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم، کورنگی
فون نمبر: ۳۶۱۲۱۷

پبلشر: مشہور آفسٹ پریس کراچی

ذکر و فکر

معارف و مسائل

مقالات و مضامین

نقد و تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر و فکر:

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

صندوق التضامن الاسلامی میں زکوٰۃ کا استعمال:

صندوق التضامن الإسلامی (ISLAMIC SLIDARITY FUND) تمام اسلامی ممالک کا ایک مشترک فنڈ ہے جو ضرورت مند ملکوں میں مختلف فلاحی، رفاہی اور خیراتی کاموں کیلئے بنایا گیا ہے۔ اس فنڈ کا ایک حصہ مختلف خیراتی کاموں کیلئے وقف بھی کیا گیا ہے۔ اس فنڈ کے منتظمین کی طرف سے مجمع کو یہ استفسار بھیجا گیا تھا کہ اس فنڈ میں زکوٰۃ وصول کر کے مصارفِ زکوٰۃ پر خرچ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں مجمع نے یہ قرارداد منظور کی:۔

(۱) صندوق التضامن الاسلامی کے وقف فنڈ کی تقویت کیلئے زکوٰۃ کا مال صرف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے زکوٰۃ کو اس کے شرعی مصارف سے روکنا لازم آئیگا۔

(۲) صندوق التضامن الاسلامی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مختلف اشخاص سے بطور وکیل زکوٰۃ وصول کرے اور ان کی طرف سے شرعی مصارف میں خرچ کرے، لیکن اس کیلئے مندرجہ ذیل شرائط کی رعایت ضروری ہے:۔

(الف) موکل اور وکیل دونوں میں وکالت کی شرعی شرائط موجود ہوں۔

(ب) "صندوق التضامن" اپنے دستور میں ایسی ترمیم کرے جس کی رُو سے وہ اس قسم کے تصرفات شرعی ضوابط میں رہتے ہوئے کر سکے۔

(ج) زکوٰۃ کے جو اموال اس کے پاس آئیں، ان کا حساب بالکل الگ رکھا جائے اور زکوٰۃ کی رقموں کو فنڈ کی ان دوسری آمدنیوں سے مخلوط نہ کیا جائے۔ جو مصارف زکوٰۃ کے بجائے عمومی رفاہی کاموں میں خرچ ہوتی ہیں۔

(د) صندوق کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقوم کو دفتری اخراجات، ملازمین کی تنخواہوں یا کسی اور ایسے مصرف میں خرچ کرے جو زکوٰۃ کے شرعی مصارف میں داخل نہیں ہیں۔

(ہ) جو شخص صندوق کو زکوٰۃ دے اسے یہ حق ہوگا کہ وہ صندوق پر یہ پابندی عائد کردے کہ وہ اس کی زکوٰۃ آٹھ مصارف میں سے کسی خاص مصرف پر ہی خرچ کرے، اس صورت میں صندوق کو یہ پابندی لازماً قبول کرنی ہوگی۔

(و) صندوق پر واجب ہوگا کہ زکوٰۃ کی رقوم وصول ہونے کے بعد قریب ترین ممکن مدت میں یہ رقمیں مستحقین تک پہنچائے، تاکہ وہ ان سے استفادہ کر سکیں۔ یہ مدت زیادہ سے زیادہ ایک سال سے متجاوز نہ ہونی چاہیئے۔

مصلحتِ عامہ کیلئے شخصی ملکیت کو سرکاری تحویل میں لینا:

مختلف اسلامی ملکوں میں یہ سوال بھی بار بار اٹھتا رہتا ہے کہ کیا حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مصلحتِ عامہ کیلئے شخصی املاک، خاص طور سے زمینوں کو، بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ سرکاری تحویل میں لے لے، یا ملکیت کی تحدید کردے؟ اس مسئلے پر بھی متعدد مقالے لکھے گئے، اور بالآخر مجمع نے اتفاقِ رائے سے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:۔

(۱) انفرادی ملکیت کا احترام اور اس کو ہر زیادتی سے بچانا واجب ہے، اور اس میں کوئی تحدید عائد کرنا بھی درست نہیں۔ جو شخص کسی چیز کا مالک ہے، اُسے حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اپنی ملکیت میں ہر طرح کے تصرّف کا اختیار ہے۔

(۲) کسی جائیداد غیر منقولہ کو مصلحتِ عامہ کے تحت کسی مالک سے چھیننا جائز نہیں ہے البتہ صرف مندرجہ ذیل شرائط و ضوابط کی موجودگی میں اس کی گنجائش ہے:۔

(الف) جائیداد کا فوری منصفانہ معاوضہ ادا کیا جائے، جس کا اندازہ تجربہ کار لوگوں سے لگوایا جائے،

اور وہ ثمنِ مثل (اُس وقت کی بازاری قیمت) سے کم نہ ہو۔

(ب) جائیداد لینے والا ولی الامر یا اسکی طرف سے اس کا بااختیار نائب ہو۔

(ج) جائیداد کا یہ حصول ایسی مصلحتِ عامہ کے تحت ہو جو ضرورتِ عامہ یا ایسی حاجتِ عامہ سے پیدا ہوئی ہو جو ضرورت کے قائم مقام ہوتی ہے، مثلاً مسجدوں، سڑکوں یا پُلوں کی تعمیر۔

(د) جائیداد کو حاصل کرنے کے بعد اُسے عام سرمایہ کاری کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

(ہ) کوئی جائیداد ضرورت یا حاجت کے حقیقی وقت سے پہلے نہ لی جائے۔

اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو زمین کے مالک کو اس کی زمین سے بے دخل کرنا اُسی ظلم اور غصب میں داخل ہو گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

نیز جس مقصد کیلئے وہ زمین حاصل کی گئی تھی، اگر کسی وجہ سے اس کی ضرورت نہ رہے تو مالکِ زمین یا اُس کے ورثاء منصفانہ معاوضہ پر اُسے واپس لینے کے زیادہ حق دار ہونگے۔

حقِ کرایہ داری کی بیع:

آجکل مختلف ممالک میں دُکانوں اور مکانات کی کرایہ داری کے حق کی خرید و فروخت ہوتی ہے، جسے عام طور پر اُردو میں "پگڑی" اور عربی میں "بدل الخلو" کہا جاتا ہے، اس معاملے کی شرعی حیثیت بھی مجمع کے حالیہ اجلاس میں زیرِ بحث آئی، اور اس کی مختلف صورتوں پر گفتگو ہوئی۔ اس کے نتیجے میں جو قرارداد منظور ہوئی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) "بدل الخلو" کے لین دین کا معاملہ چار صورتوں سے ممکن ہے:

(الف) مالک جائیداد عقدِ اجارہ کے وقت کرایہ کی رقم کے علاوہ بدل الخلو (پگڑی) کے طور پر کچھ رقم کا مطالبہ کرے۔

(ب) اجارہ کی مدت کے درمیان یا اس کے اختتام پر مالک اور کرایہ دار کے درمیان بدل الخلو کی ادائیگی طے پائے۔

(ج) بدل الخلو کا یہ معاملہ عقدِ اجارہ کی مدّت کے دوران یا اس کے اختتام کے بعد اصلی کرایہ دار اور کسی نئے کرایہ دار کے درمیان طے پائے۔

(د) بدل الخلو کا معاملہ نیا کرایہ دار مالک اور پُرانے کرایہ دار دونوں سے طے کرے۔

اسی طرح اگر مدت اجارہ ختم ہوچکی ہو، اور اس کے بعد کرایہ دار یہ چاہے کہ یہ
جائیداد کسی نئے کرایہ دار کو دیکر اس پر پگڑی وصول کرے تو شرعاً یہ بھی جائز نہیں۔
اس لئے کہ مدت اجارہ کے اختتام پر پہلے کرایہ دار کا حق ختم ہوچکا۔

مضاربہ سرٹیفکیٹ:

آجکل کی معاشی زندگی میں ہر ملک میں اس بات کا رواج ہے کہ لوگ اپنی بچی ہوئی رقمیں مختلف تجارتی اداروں یا حکومت کو بطور قرض دیدیتے ہیں، جس پر قرض لینے والا ادارہ ایک وثیقہ جاری کرتا ہے، جسے بونڈ یا سرٹیفکیٹ کہا جاتا ہے۔ عموماً یہ بونڈ یا سرٹیفکیٹ سودی ہوتے ہیں، جن پر قرض لینے والا ادارہ معین شرح سے سُود ادا کرتا ہے۔ جب سے دُنیا میں غیر سودی معیشت کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں، اس طریقۂ کار سے شرعی متبادل کی تلاش بھی جاری ہے، جن مسلم ملکوں نے اس سودی طریق کار کے بجائے شرعی طریق کار کے ماتحت ایسے سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا ارادہ کیا، ان میں پاکستان اور اردن شامل ہیں، پاکستان میں اسی نقطۂ نظر سے "پارٹی سپیشن ٹرم سرٹیفکیٹ" (P.T.C) اور اُردن میں "سندات المقارضۃ" کے نام سے ایسے سرٹیفکیٹس جاری کئے گئے جن کا مقصد سود کے بجائے شرکت یا مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کرنا بتایا گیا، لیکن دونوں جگہ ان سرٹیفکیٹس کا طریق کار طے کرتے ہوئے بہت سی شرعی شرائط کو نظر انداز کردیا گیا، اس کے نتیجے میں یہ سرٹیفکیٹس یا تو سود ہی کی ایک دوسری صورت بن گئے، یا کم از کم ایسی فاسد شرائط پر مشتمل رہے، جن کی موجودگی میں ان کے جواز کا امکان نہیں۔ مجمع الفقہ الإسلامی نے یہ دیکھتے ہوئے یہ طے کیا کہ اس طریق کار کے بنیادی اصول اور اس کی شرعی شرائط اس طرح مرتب کردی جائیں کہ آئندہ جو کوئی ملک اس بنیاد پر کام کرنا چاہیئے، اس کے لئے ایک مناسب اور قابلِ عمل بنیاد فراہم ہوجائے، اس غرض کیلئے سالانہ اجلاس سے پہلے مجمع نے "البنک الإسلامی للتنمیۃ" (اسلامک ڈیولپمنٹ بینک) کے تعاون سے ایک تحقیقی ورکشاپ منعقد کیا۔ جس میں مختلف علماء اور ماہرین معاشیات کو مدعو کیا گیا۔ اس ورکشاپ کے مقالوں اور بالآخر منظور شدہ قرارداد کو مجمع الفقہ الاسلامی کے سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا۔ اس اجلاس میں کچھ نئے مقالات بھی پیش ہوئے، اور آخر میں مندرجۂ ذیل قرارداد منظور کی:

(۱) "سندات المقارضۃ" (مضاربہ سرٹیفکیٹس) سے مراد ایک ایسی دستاویز سرمایہ کاری ہے، جو مضاربت کے رأس المال کو بہت سے حصوں پر تقسیم کرکے مساوی قیمت کی وحدتوں کی بنیاد پر جاری کی جائیں، اور مضاربت کے رأس المال میں ملکیت کی

(۲) اگر مالک اور کرایہ دار دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ کرایہ دار ماہانہ یا سالانہ کرایہ کے علاوہ ایک معین رقم مالک کو ادا کریگا تو شرعاً اس معین رقم کا لین دین صرف اس صورت میں درست ہو سکتا ہے، جب اس رقم کو کل مدت کرایہ داری کی مجموعی اجرت کا ایک حصّہ سمجھا جائے۔ اور اگر مدت پوری ہونے سے کرایہ داری کا معاملہ ختم کرنے کی نوبت آئے تو اس رقم پر اجرت ہی کے احکام جاری کئے جائیں۔

(۳) مالک اور کرایہ دار کے درمیان کرایہ داری کی جو کل مدّت طے ہوئی تھی، اس کے پورا ہونے سے پہلے اگر مالک اپنی جائیداد کو خالی کرانا چاہے، اور اسے خالی کرنے کیلئے کرایہ دار مالک سے کچھ رقم کا مطالبہ کرے تو شرعاً اس کی بھی گنجائش ہے کیونکہ مدّت اجارہ کے اختتام تک کرایہ دار کا حق ثابت ہو چکا تھا۔ اب کرایہ دار اپنے حق سے دستبرداری (تنازل) پر یہ معاوضہ وصول کر سکتا ہے، لیکن اگر اجارہ کی مدت ختم ہو گئی تھی، اور عقد اجارہ کی تجدید نہیں ہوئی، تو اس صورت میں کرایہ دار کا مالک سے کوئی رقم بطور پگڑی یا بدل الخلو وصول کرنا جائز نہیں، کیونکہ مدت اجارہ کے ختم ہونے پر کرایہ دار کا حق ختم ہو گیا، اور اب مالک اپنی ملکیت کا زیادہ حق دار ہے۔

(۴) اگر مدت کرایہ داری کے دوران کرایہ دار کسی نئے شخص کو اپنا حق کرایہ داری اس طرح منتقل کرے کہ اب یہ نیا شخص سابقہ شرائط پر مالک کا کرایہ دار بن جائے، اور اپنے حق کرایہ داری سے دستبردار ہونے پر نئے کرایہ دار سے کوئی رقم بطور بدل الخلو طلب کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ ان رائج الوقت قوانین کی رعایت رکھی گئی ہو، جو احکام شرعیہ کے خلاف نہ ہوں۔

البتہ اگر صورت یہ ہو کہ عقد اجارہ کے وقت کرایہ داری کی جو مدّت فریقین کے درمیان طے پائی تھی کسی ملکی قانون کے تحت کرایہ دار اس مدت کے گزرنے کے بعد بھی (مالک کی مرضی کے خلاف) جائیداد پر قابض رہا، اور قانون کے زور پر (نہ کہ فریقین کی باہمی رضامندی سے) اس کا حق کرایہ داری تسلیم کیا گیا تو اس صورت میں ایسے کرایہ دار کیلئے شرعاً جائز نہیں کہ وہ جائیداد دوسرے کرایہ دار کو دے، یا اس پر بدل الخلو یا پگڑی وصول کرے۔

نمائندگی کریں، یہ دستاویزیں اپنے حاملین کے نام رجسٹرڈ ہوں گی، اور ان کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے حاملین مضاربت کے رأس المال میں، خواہ وہ کیتنی شکلیں بدل چکا ہو، ایک مخصوص مشاع حصے کے مالک ہیں۔

(۲) سندات المقارضہ کے شرعاً مقبول ہونے کیلئے مندرجہ ذیل عناصر کا پایا جانا ضروری ہے :-

پہلا عنصر:

یہ دستاویز اس بات کی دلیل سمجھی جائے کہ صاحب دستاویز اس مشروع (پروجیکٹ) میں ایک مشاع حصے کا مالک ہے، جسے قائم کرنے یا جسے سرمایہ فراہم کرنے کے لئے یہ سرٹیفکیٹس جاری کئے گئے ہیں۔ اور یہ ملکیت مشروع کے قیام کی پوری مدت میں از اوّل تا آخر باقی رہے گی، اور اس پر وہ تمام حقوق و تصرفات مرتب ہوں گے جو شرعاً ایک مضاربہ کے رب المال کو مضاربت کے رأس المال میں حاصل ہوتے ہیں، مثلاً بیع، رہن، میراث وغیرہ۔

دوسرا عنصر:

مضاربہ سرٹیفکیٹس میں عقد کی صورت یہ ہوگی کہ عقد کی شرائط نشرۃ الاصدار (اجراء کا اعلامیہ) میں طے کردی جائیں گی، جو شخص اس سرٹیفکیٹس کو حاصل کرنے کیلئے اپنا نام لکھوائیگا تو اسکا یہ ایجاب قرار دیا جائیگا، اور جاری کرنے والے کی طرف سے اس کا نام منظور کر لینا قبول کہلائیگا۔ نشرۃ الاصدار میں وہ تمام باتیں درج ذیل ہونی ضروری ہیں، جو شرعاً مضاربت کے عقد میں معلوم ہونی چاہئیں، مثلاً: رأس المال کی مقدار، نفع کی تقسیم کا تناسب وغیرہ۔

تیسرا عنصر:

سرٹیفکیٹس کے اجراء کے بعد جب نام لکھوانے کی معین مدت گزر جائے تو اسکے بعد یہ سرٹیفکیٹ قابل بیع وشراء ہونگے، یعنی ان کا حامل وہ کسی اور کو بیچ سکے گا، اور اس کی فروخت درحقیقت اس مال کی فروخت ہوگی جسکی وہ نمائندگی کر رہا ہے، لہٰذا اس میں مندرجہ ذیل ضوابط کی رعایت واجب ہوگی:

(الف) مضاربت کا جو مال اکتتاب (CUBSCRIRTION) یعنی سرٹیفکیٹس کیلئے نام لکھوانے کے بعد جمع ہوں، اگر وہ مکمل طور پر نقد کی شکل میں ہے اور ابھی اسے

پروجیکٹ میں لگایا نہیں گیا تو ان سرٹیفیکیٹس کی بیع و شراء پر کرنسی کی بیع کے احکام جاری ہونگے، (لہٰذا اس صورت میں یہ سرٹیفیکیٹس اس کی قیمت اسمیہ (FACE VALUE) سے کم یا زیادہ قیمت میں فروخت نہیں کئے جاسکیں گے۔

(ب) اگر مضاربت کا پورا مال دین کی شکل میں ہو تو ان سرٹیفیکیٹس کی بیع و شراء پر دین کی بیع و شراء کے احکام جاری ہونگے۔

(ج) جب مضاربت کا مال نقد، دین، سامان، اور فرمات و منافع سے مخلوط ہو جائے، لیکن سامان اور خدمات کی مقدار غالب ہو، تو ان سرٹیفیکیٹس کی بیع ہر اس نرخ پر ہوسکے گی جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو جائے۔ لیکن اگر اس مال کا غالب حصہ نقد یا دین کی صورت میں ہو تو اس کی خرید و فروخت میں ان کی احکام شرعیہ کی رعایت رکھی جائیگی جو اس قرارداد کے تشریحی نوٹ میں بیان کئے جائیں گے۔ یہ تشریحی نوٹ انشاء اللہ مجلس کے آئندہ اجلاس تک ......

مذکورہ بالا تمام صورتوں میں بیع و شراء کا رجسٹریشن ضروری ہوگا۔

چوتھا عنصر:

جو شخص یا ادارہ ان سرٹیفیکیٹس کے اجراء اور ان کے ذریعہ رقوم کے حصول کے بعد پروجیکٹ پر عملاً کام کریگا، اسے مضارب سمجھا جائیگا، اور پروجیکٹ کی ملکیت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ خود کچھ سرٹیفیکیٹس خرید کر پروجیکٹ میں شریک بھی بن جائے تو ان سرٹیفیکیٹس کے حصے کی حد تک پروجیکٹ کے مشاع حصے کا مالک ہوگا، اس صورت میں بحیثیت مضارب وہ نفع کے طے شدہ حصے کا حق دار بھی ہوگا، اور اپنے خریدے ہوئے سرٹیفیکیٹس کی حد تک بحیثیت رب المال بھی اس متناسب حصے کا حق دار ہوگا جو نفع میں ان سرٹیفیکیٹس کے حصے میں آئے۔

مال مضاربت پر مضارب کا قبضہ قبض امانت ہوگا، اور جب تک ضمان کے شرعی اسباب میں سے کوئی سبب نہ پایا جائے، وہ اس مال کا ضامن نہیں ہوگا۔

(۳) بیع و شراء کے مذکورہ بالا ضوابط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان سرٹیفیکیٹس کو اوراق مالیہ کے بازاروں (اسٹاک ایکسچینج) میں بھی فروخت کیا جاسکیگا۔ اور یہ بھی ممکن ہوگا کہ جس ادارے نے یہ سرٹیفیکیٹس جاری کئے تھے، وہی ان سرٹیفیکیٹس کو باہمی رضامندی سے طے شدہ بھاؤ پر واپس خرید لے۔ لیکن بہتر ہوگا کہ قیمت کے تعین میں ماہرین سے مدد لی جائے، اور بازار کے عام حالات

کو مد نظر رکھا جائے۔

(۴) ان سرٹیفکیٹس میں کوئی بھی ایسی شرط لگانا جائز نہیں ہے، جس کی رو سے مضارب سرمائے یا کسی معین نفع یا سرمایہ کے تناسب سے کسی خاص فیصد کی ضمانت دے۔ ایسی ہر شرط باطل ہوگی۔

(۵) سرٹیفکیٹس میں اس قسم کی کوئی شرط بھی ناجائز اور باطل ہوگی کہ اس کا حامل آئندہ کسی معین وقت پر یہ سرٹیفکیٹ ضرور جاری کنندہ کو پہلے سے طے شدہ قیمت پر بیچ دیگا، البتہ محض وعدے کے طور پر بیچنے کا اقرار کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں قیمت کا تعین اس وقت باہمی رضامندی سے ہوگا، جب بیع عملاً وجود میں آئے۔

(٦) پروجیکٹ کی تکمیل پر پروجیکٹ کا پورا نفع طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کیا جائیگا، اور اس غرض کیلئے نفع کی تعریف یہ ہوگی کہ ہر وہ مال جو ابتداءً لگائے ہوئے سرمائے سے زائد ہو، صرف آمدنی کو نفع نہیں کہا جائیگا لہٰذا مال مضاربت کے ذریعہ جو کچھ سامان، عمارتیں اور اثاثے حاصل کئے گئے ہیں، ان سب کو نفع کے حساب میں شامل کیا جائیگا اور نفع کا تعین یا تو اس طرح ہوگا کہ تمام اثاثوں کو فروخت کر کے نقد کی شکل میں لے آیا جائے، یا اس طرح کہ پروجیکٹ اور اس کے تمام اثاثوں کی قیمت لگا کر یہ دیکھا جائے کہ ابتدائی سرمایہ پر مالیت میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ یہ پورا اضافہ سرٹیفکیٹ کے حاملین اور مضارب کے درمیان طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

(۷) اگر مال مضاربت کے ذریعہ کوئی ایسا پروجیکٹ قائم کیا گیا ہے جس سے ماہانہ یا سالانہ آمدنی نقد حاصل ہوتی ہے۔ (مثلاً کوئی بلڈنگ جو کرایہ پر دیدی گئی ہو) تو اسکی آمدنی بھی حاملین اور مضارب کے درمیان تقسیم کی جا سکتی ہے، لیکن یہ تقسیم علی الحساب سمجھی جائے گی، جب منافع کی حتمی تقسیم عمل میں آئے، اس وقت ان علی الحساب رقموں کو بھی حساب میں شامل کیا جائے۔

(۸) اس امر میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے کہ نشرۃ الاصدار میں شروع ہی سے یہ طے کر لیا جائے کہ حاملین کے نفع یا حاصل ہونے والی آمدنی کا کچھ حصہ ایک محفوظ فنڈ میں رکھا جائیگا، جس کا مقصد رأس المال کو پیش آنے والے خسارے سے حفاظت یا اسکی تلافی ہے۔

(۹) اگر کوئی تیسرا شخص یا ادارہ جو عقد مضاربت کے دونوں فریقوں سے شخصاً و ذمۃً بالکل الگ ہو، اور ان میں سے کسی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، تبرعاً کسی معاوضے کے بغیر یہ وعدہ کرے کہ اگر کسی خاص پروجیکٹ میں نقصان ہو گیا تو وہ حاملین سرٹیفکیٹ کے اس نقصان کی تلافی کریگا تو اس وعدے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ یہ وعدہ عقد مضاربت سے بالکل الگ ہو،

یعنی اس وعدہ کا ایفاء عقدِ مضاربت کے نفاذ اور فریقین کے حقوق و فرائض کی ادائیگی کیلئے شرط کی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ لہٰذا اگر یہ وعدہ کرنے والا اپنے وعدے کو پورا نہ کرے تو حاملین یا مضارب دونوں میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ اس بناء پر مضاربت کے ذریعہ عائد ہونے والے التزامات سے انکار کرے کہ اس تیسرے شخص نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔

یہ مجمع کی ان اہم قراردادوں کا نہایت مختصر خلاصہ ہے، جو فقہی مسائل کے بارے میں مجمع نے منظور کی ہیں، ان میں سے ہر موضوع پر مفصل مقالات مجمع میں پیش کئے گئے، جن میں متعلقہ دلائل اور تفصیلات موجود ہیں، یہ مقالے مجلۃ المجمع الفقہ الاسلامی کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوئے ہیں، اور مندرجۂ ذیل پتے سے دستیاب ہوسکتے ہیں:

"الامانۃ العامہ لمجمع الفقہ الإسلامی"

ص، ب، ۱۳۷۱۹ الدمنذ البدیدی ۲۱۴۱۴ - جدہ

سعودی عرب"

فقہی موضوعات پر مختلف موسوعات (انسائیکلوپیڈیا) اور کتابوں کی تالیف، نیز قدیم کتب کی نشر و اشاعت کے بارے میں مجمع نے جو کام شروع کیا ہے انشاء اللہ اس کی تفصیلات رفتہ رفتہ منظرِ عام پر آتی رہیں گی۔

محمد تقی عثمانی

دُعا کی حقیقت اور اس کے فضائل و درجات اور شرطِ قبولیت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن — سورۃ المؤمن — آیت ۵۱ تا ۶۰

تفسیر خلاصہ

ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں (جیسا اوپر موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوا) اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (فرشتے جو کہ نامۂ اعمال لکھتے تھے اور قیامت کے روز اس بات کی گواہی دیں گے کہ رسولوں نے عمل تبلیغ کیا اور کفار نے عمل تکذیب، غرض وہ فرشتے گواہی کے لئے) کھڑے ہوں گے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے، وہاں کی مدد کا حال ابھی کفار کے معذّب بالنار ہونے سے معلوم ہو چکا ہے، آگے اس دن کا بیان ہے یعنی) جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو اُن کی معذرت کچھ نفع نہ دیگی (یعنی اوّل تو کوئی معتد بہ معذرت نہ ہوگی اور اگر کچھ حرکت مذبوحی کی طرح ہوئی تو وہ نافع نہ ہوگی) اور اُن کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی (پس اس طرح آپ اور آپ کے اتباع بھی منصور ہوں گے اور مخالفین ذلیل و مقہور ہوں گے تو آپ تسلی رکھئے) اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ (علیہ السلام) کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہلِ عقل (سلیم) کے لئے (بخلاف بے عقلوں کے کہ وہ اس سے منتفع نہ ہوئے اسی طرح مثل موسیٰ علیہ السلام کے آپ بھی صاحب رسالت و صاحب وحی ہیں اور اسی طرح مثل بنی اسرائیل کے آپ کے متبعین آپ کی کتاب کی خدمت کریں گے اور جیسے ان میں اہلِ عقل تصدیق کرنے والے اور متبع تھے اور بے عقل لوگ منکر و مخالف اسی طرح آپ کی امت میں بھی دونوں طرح کے لوگ ہیں) سو (اس سے بھی) آپ (تسلی حاصل کیجئے اور کفار کی ایذاؤں پر) صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ (جس کا اوپر لَنَنصُرُ الخ میں ذکر ہوا ہے بالکل) سچا ہے اور (اگر کبھی کمال صبر میں کچھ کمی ہوگئی ہو جو حسب قواعد شرعیہ واقع میں تو گناہ نہیں مگر آپ کے رتبۂ عالی کے اعتبار سے وجوب تدارک میں مثل گناہ ہی کے ہے، اس کا تدارک کیجئے وہ تدارک یہ ہے کہ) اپنے (اُس) گناہ کی (جس کو مجازاً آپ کی شانِ عالی کے اعتبار سے گناہ کہدیا گیا ہے) معافی مانگئے

اور (ایسے شغل میں لگے رہیئے کہ غمگین وحزیں کرنے والی چیزوں کی طرف التفات ہی نہ ہو وہ شغل یہ ہے کہ) صبح اور شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیئے (یہ مضمون تو آپ کی تسلی کے متعلق ہوگیا، آگے منکرین ومجادلین پر توبیخ اور رد ہے یعنی) جو لوگ بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو، خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں (ان کو کوئی وجہ اشتباہ کی نہیں ہے کہ وہ جدال کا سبب ہو بلکہ) اُن کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے کہ وہ اُس تک کبھی پہنچنے والے نہیں (اور وہ بڑائی سبب جدال کا ہے کیونکہ وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اتباع سے عار آتا ہے وہ خود اوروں ہی کو اپنا تابع بنانے کی ہوس رکھتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ بڑائی نصیب نہ ہوگی بلکہ جلد ہی ذلیل وخوار ہوں گے چنانچہ بدر وغیرہ میں مسلمانوں سے مغلوب ہوئے) سو (جب یہ خود بڑاں چاہتے ہیں تو آپ سے حسد وعداوت سب کچھ کریں گے لیکن آپ (اندیشہ نہ کیجئے بلکہ ان کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگتے رہیئے، بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا (تو وہ اپنی صفاتِ کمال سے اپنی پناہ میں آئے ہوئے لوگوں کو محفوظ رکھے گا یہ جدال تو آپ کو رسول ماننے میں تھا آگے ان کا جدال قیامت کے متعلق مع رد مذکور ہے یعنی وہ لوگ جو آدمیوں کے دوبارہ پیدا ہونے کے منکر ہیں بڑے کم عقل ہیں اس واسطے کہ) بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداءً) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے (جب بڑے کام پر قدرت ثابت ہوگئی تو چھوٹے پر بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے اور یہ دلیل ثبوت کے لئے کافی شافی ہے) لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے (کیونکہ وہ غور ہی نہیں کرتے اور بعضے ایسے بھی ہیں جو غور بھی کرتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں اس طرح قرآن کو سننے والوں کی دو قسم ہوگئیں ایک اس کو سمجھنے اور ماننے والے یہ صاحب بصیرت اور صاحب ایمان ہیں۔ دوسرے نہ سمجھنے اور نہ ماننے والے یہ مثل نابینا اور بدعمل کے ہیں) اور (ان دونوں قسموں کے آدمی یعنی ایک) بینا (دوسرا) نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے (اس میں آپ کی تسلی بھی ہے کہ ہر قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں، سب کیسے سمجھنے لگیں اور منکرین پر عذاب قیامت کی وعید بھی ہے

کہ ہم سب کو برابر نہ رکھیں گے آگے منکرین کو یعنی ان لوگوں کو جو مثل نابینا کے اور بدعمل ہیں بطور التفات کے زجر ہے فرماتے ہیں کہ) تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو (ورنہ اعمیٰ اور بدعمل نہ رہتے اور قیامت کے متعلق جدال کا جواب دیگر آگے اس کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ) قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اُس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں مگر اکثر لوگ (بوجہ عدم تدبر فی الدلائل کے اس کو) نہیں مانتے اور (ایک جدال اُن کا توحید میں تھا کہ خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے آگے اس کے متعلق کلام ہے یعنی) تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ (غیروں کو حوائج کے لئے مت پکارو بلکہ) مجھ کو پکارو میں (باستثناء نامناسب معروض کے) تمہاری (ہر) درخواست قبول کروں گا (دعا کے متعلق آیت قرآنی فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ کا یہی مطلب ہے کہ نامناسب درخواست دُعا کو رد کر دیا جاوے گا) جو لوگ (صرف) میری عبادت سے (جسمیں مجھ سے دعا مانگنا بھی داخل ہے) سرتابی کرتے ہیں (اور غیروں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ توحید سے اعراض کر کے شرک کرتے ہیں) وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ ظلم کا خوگر ہوتا ہے نہ ہی وہ اسے رسوا و بے آبرو ہونے دیتا ہے۔ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے تو خدا اُس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کی تنگی و پریشانی دُور کرے گا تو خدا قیامت کے دن اس کی پریشانیوں کو دُور کرے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی خدا قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (متفق علیہ)

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی

مغفرت اور بخشش کا مبارک مہینہ

حدیث :- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ دیا ——— اس میں آپ نے فرمایا :- اے لوگو ! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے ، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے ، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑا ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنّت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملیگا اور اس مہینہ میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ملیگا ، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے ۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے ۔ جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کیلئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا ، بغیر اسکے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے ——— آپ سے عرض کیا گیا کہ :- یا رسول اللہ ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس ثوابِ عظیم سے محروم رہیں گے) آپ نے فرمایا کہ :- اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ

کلام جاری) رکھتے ہوئے آگے ارشاد فرمایا کہ) اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلائے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کریگا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی تاآنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا ـــــــــــ (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے (اس کے بعد آپ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینہ میں اپنے غلام وخادم کے کام میں تخفیف اور کمی کردیگا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیگا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دیگا ــــــ بیہقی

اسی حدیث کی بعض روایات میں اتنا اضافہ اور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا کہ۔

اس مبارک مہینہ میں چار کام کثرت سے کرو ان میں سے دو کام ایسے ہیں کہ ان کے ذریعہ تم اپنے پروردگار کو راضی کروگے اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم بے نیاز ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ دو کام جن کے ذریعہ خدائے پاک کی خوشنودی حاصل ہوگی یہ ہیں:۔

- ــــــ لا الٰہ الا اللہ کا کثرت سے ورد رکھنا۔
- ــــــ اور خدائے پاک سے مغفرت مانگتے رہنا۔

اور وہ دو چیزیں جن سے تم بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ یہ ہیں۔

- ــــــ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگنا۔
- ــــــ اور دوزخ سے پناہ مانگنا ـــــــــــ (ترغیب و ترہیب)

تشریح:۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب کا مطلب و مدعا واضح ہے، تاہم اس کے چند اہم اجزاء کی مزید وضاحت کے لئے کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

اس ماہ کی سب سے بڑی فضیلت

اس خطبہ میں ماہِ رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جو ہزار دنوں اور راتوں سے نہیں، بلکہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ایک ہزار مہینوں میں تقریباً تیس ہزار راتیں ہوتی ہیں۔ شب قدر کے ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب یہ سمجھنا چاہیئے کہ خاصانِ خدا اس ایک رات میں قرب خداوندی کی اتنی مسافت طے کرسکتے ہیں جو دوسری ہزار راتوں میں طے نہیں ہوسکتی، جس طرح اس دنیا میں تیز رفتار ہوائی جہاز یا راکٹ کے ذریعہ اب ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ میں اس سے زیادہ مسافت طے کی جاسکتی ہے، جتنی پرانے زمانہ میں سینکڑوں برس میں طے ہوا کرتی تھی، بالکل اسی طرح رضاء الٰہی اور قرب خداوندی حاصل کرنے والوں کے سفر کی رفتار شب قدر میں اتنی تیز کردیجاتی ہے کہ جو بات سچے طالبوں کو سینکڑوں مہینوں میں حاصل نہیں ہوسکتی وہ اس مبارک رات میں حاصل ہوجاتی ہے۔

نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ستر فرضوں کے برابر ملنا۔

شب قدر کی خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے لیکن رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات کی عام برکت وفضیلت یہ بیان فرمائی کہ اس میں جو نفل نیکی کیجائے اس کا ثواب دوسرے زمانہ کی فرض نیکی کے برابر ملے گا اور فرض نیکی کرنے والے کو دوسرے زمانہ کے ستر فرض ادا کرنے کا ثواب ملیگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے اور ان سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے

اس خطبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے ـــــ دینی زبان میں صبر کے اصل معنیٰ ہیں اللہ کی رضا کے لئے اپنے نفس کی خواہشوں کو دبانا اور تلخیوں اور ناگواریوں کو جھیلنا۔ روزہ کا اول وآخر ایسا ہی ہے اور نیز روزہ رکھکر ہر روزہ دار کو تجربہ ہوتا ہے کہ فاقہ کیسی تکلیف کی چیز ہے، اس سے اُس کے اندر غرباء اور مساکین کی ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ پیدا ہونا چاہیئے جو بیچارے ناداری کی وجہ سے فاقوں پر فاقے کرتے ہیں، اس لئے رمضان المبارک کا مہینہ بلاشبہ صبر اور غمخواری کا مہینہ ہے۔

اُس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: ـــــ "اس بابرکت مہینہ میں اہل ایمان کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے" ـــــ اس کا تجربہ تو بلا استثناء ہر صاحب ایمان روزہ دار کو ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں جتنا اچھا اور جتنی فراغت سے کھانے پینے کو ملتا ہے، باقی گیارہ مہینوں میں اتنا نصیب نہیں ہوتا، خواہ وہ اس عالمِ اسباب میں کسی بھی راستے سے آئے سب اللہ ہی کے حکم سے اور اُسی کے فیصلہ سے آتا ہے۔

ماہ مبارک کے تین حصّے

اس خطبہ میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: ـــــ "رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصّہ مغفرت اور آخری حصّہ جہنم سے آزادی کا وقت ہے"!

اس کی راجح اور دل کو لگنے والی تشریح یہ ہے کہ رمضان شریف کی برکتوں سے استفادہ کرنے والے بندے تین طرح کے ہو سکتے ہیں:۔

- ایک وہ متقی پرہیزگار لوگ جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہو جاتی ہے تو اسی وقت توبہ واستغفار سے اس کی صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو ایسے خاصانِ خدا پر تو شروع مہینہ ہی سے بلکہ اس کی پہلی رات ہی سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے اور وہ مورد رحمت بن جاتے ہیں۔
- دوسرے وہ لوگ جو ایسے متقی اور پرہیزگار تو نہیں، لیکن اس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں تو ایسے

لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصہ میں روزوں اور دوسرے اعمالِ خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت و مغفرت کے لائق بنالیتے ہیں تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرمادیا جاتا ہے۔

تیسرے وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصے میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کر اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو آخیر عشرہ میں جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرمادیتے ہیں —— اس تشریح کی بناء پر رمضان المبارک کا ابتدائی حصہ، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ میں جہنم سے آزادی کا تعلق ترتیب وار امتِ مسلمہ کے ان مذکورہ بالا تین طرح کے لوگوں سے ہوگا۔

رمضان المبارک میں کرنے کے چار کام

آخر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں ان چار کاموں کے کرنے کی بڑی اہمیت کیساتھ تاکید فرمائی ہے جو ماہِ مبارک کے دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان کا اہتمام بہت ضروری اور لازمی ہے، وہ چار کام یہ ہیں:۔

(۱) —— لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنا۔

یہ بہت ہی مبارک کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں اس کو تمام اذکار سے افضل بتلایا گیا ہے اور دیگر احادیث میں اس کے اور بھی بڑے بڑے فضائل آئے ہیں۔ اس کی فضیلت سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ نوے برس کا کافر و مشرک بھی اگر صدق دل سے ایک بار یہ کلمہ پڑھ لے تو وہ اُسی لمحہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ یہ خدائے پاک کی بڑی رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں پر بہت ہی عام فرما رکھی ہے اور بلا کسی قید کے پڑھنے کی عام اجازت دے رکھی ہے کیا جب کافر و مشرک جملہ گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے تو مؤمن کو کیا کوئی نفع نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا اور بے انتہا ہوگا۔ ایک حدیث میں امتیوں کو اس کلمہ کے ذریعہ بار بار تجدیدِ ایمان کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسلئے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے کثرت سے اس کا ورد رکھیں۔

(۲) —— اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت مانگتے رہنا۔

حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کون سا بندہ ایسا ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون تم سب خطاوار ہو اور اچھے خطاوار وہیں جو توبہ کرتے رہتے ہیں۔ اسلئے توبہ استغفار سے کوئی بندہ بھی مستغنی نہیں اور یہ مبارک مہینہ ہے ہی مغفرت و بخشش کے لئے اسلئے اس میں بہت خصوصیت سے توبہ و استغفار کا معمول رکھا جائے اور زیادہ سے زیادہ استغفار کیا جائے آسان استغفار یہ ہے:۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

ترجمہ :- میں اللہ جل شانہ سے جو میرا پروردگار ہے ہر ہر گناہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں ۔
اور صرف اَستغفِرُ الله ، استغفر اللہ پڑھنا بھی استغفار میں داخل ہے اور کافی ہے ۔

ـــــ جنت کا سوال کرنا ۔

ـــــ دوزخ سے پناہ مانگنا ۔

ان کے بارے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حرف بہ حرف درست ہے واقعی یہ دو ایسے اہم ترین کام ہیں جن کو مانگے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے اور ان سے کسی طرح کوئی شخص بے نیاز نہیں جب دنیا کی گرمی اور سردی کی سہار نہیں ہے تو دوزخ کیسے برداشت ہو سکتی ہے اور جنت میں جائے بغیر کیسے سکون مل سکتا ہے ؟ اس لئے موقعہ بموقعہ دل کی گہرائی سے جنت کا سوال کریں اور دوزخ سے پناہ مانگیں ـــــ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور دوزخ سے اپنی پناہ میں رکھے ، آمین ۔

قبولیتِ دعا اور شیاطین کا مقید ہونا ۔

حدیث :- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (امتیوں سے خطاب فرمانے کے لئے) کھڑے ہوئے اور اللہ جل شانہٗ کی حمد وثنا بیان فرماکر آپ نے ارشاد فرمایا ۔ اے لوگو ! تمہاری طرف سے تمہارے دشمن جنات کیلئے خدا تعالیٰ کافی ہیں اور اس نے تم سے دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (چنانچہ قرآن کریم میں) ارشاد ہے :- اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنی مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا (سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا) خوب سن لو ! اللہ جل شانہ نے ہر سرکش شیطان پر سات فرشتے (نگرانی کے لئے) مقرر فرمادیئے ، لہٰذا (اب وہ) ماہِ رمضان گزرنے تک چھوٹنے والے نہیں (اور یہ بھی) سن لو ! رمضان شریف کی پہلی رات سے آخری رات تک آسمان کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور اس مہینہ میں دعا قبول ہوتی ہے (اب آگے حضرت علی رضی اللہ عنہ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کی عملی جدوجہد اور عبادت میں انہماک کا ذکر فرماتے ہیں کہ) جب رمضان المبارک کے (آخری) عشرہ کی پہلی شب ہوتی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم (ہمہ تن عبادت میں مصروف ہونے کے لئے) تہبند کس لیتے اور ازواج مطہرات سے علیحدہ ہوجاتے ، اعتکاف کرتے اور شب بیداری کا اہتمام فرماتے ۔

کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شَدُّ المِیْزَرِ (تہبند کس لینے) کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ ان مبارک دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے جدا رہتے تھے ـــــ (کنز العمال)

تشریح :- دیگر احادیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو ماہ پیشتر سے رمضان المبارک کیلئے دعا فرمانا اور امتیوں کو سکھلانا ثابت ہے ۔ پھر شعبان کی آخری تاریخ کو ایک جامع خطبہ ارشاد فرماکر ماہِ مبارک کے ہر گوشہ

کو اُجاگر کرنا ۔ اس کے بعد رمضان المبارک کی پہلی شب کو پھر امت سے خطاب فرمانا ۔ رمضان المبارک کی کس قدر عظمت و اہمیت پر دلالت کرتا ہے ـــــــ کاش ہم نالائقوں کو بھی اس کا کچھ احساس ہو اور ان گرانقدر لمحات کی دل سے قدر کریں ۔

اس خطبہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے :۔

- سرکش شیاطین پر ملائکۃ اللہ کا سنگین پہرہ ۔
- دُعا قبول ہونا ۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو معلوم ہو کہ انسان کو گناہوں پر ابھارنے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی پر اکسانے والی دو ہی قوتیں ہیں ایک نفس دوسرے شیطان ـــــــ روزہ رکھوا کر قوت نفس کو پامال کر دیا گیا دوسری طرف شیاطین کو قید میں ڈالکر اور ان پر فرشتوں کا سخت پہرہ بٹھا کر شیطانی قوتوں کو ناکارہ بنا دیا یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے ہوا تاکہ بندگانِ خدا نہایت یکسوئی اور پوری توجہ سے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوں ، نفس و شیطان ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالیں ـــــــ چنانچہ رمضان المبارک میں نمایاں طور پر مشاہدہ ہوتا ہے کہ نیک تو نیکیوں میں سبقت لے ہی جاتے ہیں سینکڑوں بے نمازی ، غفلت زدہ انسان بھی نماز روزہ کی فکر کرنے لگتے ہیں اور توبہ واستغفار میں لگ جاتے ہیں یہ سب خدائی مارشل لاء کا اثر ہے ۔ جس سے آپ بھی استفادہ کر سکتے ہیں ۔

بہرحال خدائے پاک جل شانہٗ کی جانب سے ان کی عبادت وطاعت کا ایک موقعہ فراہم کر دیا گیا ہے اور معمولی ہمت اور توجہ سے ہر شخص عبادت میں لگ سکتا ہے اور گناہوں سے بچ سکتا ہے ـــــــ اب دیکھنا ہے کہ کون اس نادر موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو ان کی رحمت کا مستحق بناتا اور ان کی اطاعت پر لبیک کہتا ہے اور کون بدبخت حقیقتہً محروم ہی رہنا چاہتا ہے ۔

رہی دوسری اہم بات یعنی ۔ دعا قبول ہونا ۔ یہ حق تعالیٰ کی بہت ہی شفقت ، بہت ہی رحمت ہے کہ اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنا وعدہ یاد دلاتے ہیں اور مختلف انداز سے یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ہو ، ہم تمہارے ہیں ، ہمارے سوا اور تمہارا کون ہے ؟ ہم سے مانگو ! ہم دیں گے ہمارا وعدہ ہے کریم کریم کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا ۔ خود اپنے کلام پاک میں فرما دیا ان اللّٰہ لا یخلف المیعاد ۔ یقین مانو خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتا ۔ دیگر روایات میں بھی اس کی بڑی تفصیل آئی ہے جسکے لکھنے میں طوالت کا اندیشہ ہے ـــــــ بہرحال اپنے لئے اپنے اہل وعیال کیلئے ۔ والدین ، اساتذہ ، عزیز واقارب ، ملک وملت اور پورے عالم اسلام کی صلاح وفلاح کے لئے دُعا مانگیں اور دُعا مانگنے کا خصوصی اہتمام رکھیں ۔

ساٹھ ہزار کی بخشش

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب رمضان المبارک کے مہینہ کی پہلی شب ہوتی ہے تو جنتوں کے دروازے کھولدیئے

جاتے ہیں (اور پورے مہینے یہ دروازے کھلے رہتے ہیں) ان میں سے کوئی سا دروازہ بھی پورے ماہ بند نہیں ہوتا اور دوزخ کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں (اور تمام مہینے دروازے بند رہتے ہیں) اس دوران ایک دروازہ بھی نہیں کھلتا اور سرکش جنات قید کر دیئے جاتے ہیں اور (رمضان المبارک کی) ہر رات ایک آواز لگانے والا (تمام رات) صبح صادق تک یہ آواز لگاتا رہتا ہے۔ اے بھلائی اور نیکی کے ڈھونڈھنے والے (نیکی کا) ارادہ کر اور خوش ہو جا اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے (برائی سے) رک جا اور اپنے حالات کا جائزہ لے اور (یہ بھی آواز لگاتا ہے) کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا ہے (کہ اس کے گناہ) معاف کر دیئے جائیں۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ اس کی توبہ قبول کر لیجائے۔ کوئی دعا مانگنے والا ہے؟ اس کی دعا قبول کیجائے۔ کوئی (اہم سے کسی چیز کے متعلق) سوال کرنے والا ہے؟ کہ اس کا سوال پورا کر دیا جائے اور رمضان المبارک کے مہینہ میں روزانہ رات کو (روزہ) افطار کرتے وقت ساٹھ ہزار آدمی اللہ تعالیٰ جہنم سے بری فرماتے ہیں ——— پھر جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی تعداد میں جہنم سے بری فرماتے ہیں جتنے ساٹھ ہزار یومیہ کے حساب سے مجموعی طور پر پورے مہینہ میں آزاد فرماتے ہیں جن کی مجموعی تعداد تقریباً اٹھارہ لاکھ ہوتی ——— (بیہقی)

تشریح:- رمضان المبارک میں اللہ کے نیک اور صالح بندے چو طاعات و حسنات میں مشغول و منہمک ہو جاتے ہیں وہ دنوں کو روزہ رکھ کر ذکر و تلاوت میں گزارتے ہیں اور راتوں کا بڑا حصہ تراویح و تہجد اور دعا و استغفار میں بسر کرتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے متاثر ہو کر عام لوگوں کے قلوب بھی رمضان المبارک میں عبادات اور نیکیوں کی طرف راغب اور بہت سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں تو اسلام اور ایمان کے حلقے میں سعادت اور تقویٰ کے اس عام رجحان اور نیکی اور عبادت کی اس عام فضا کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ تمام طبیعتیں جن میں کچھ بھی صلاحیت ہوتی ہے اللہ کی مرضیات کی جانب مائل اور گناہوں اور نافرمانی سے متنفر ہو جاتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک میں تھوڑے عمل کی قیمت اور دنوں کی بہ نسبت بہت زیادہ بڑھا دی ہے اس لئے ان سب باتوں کے نتیجے میں ان لوگوں کے لئے جنتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیئے جاتے اور شیاطین ان کو گمراہ کرنے سے عاجز اور بے بس ہو جاتے ہیں، ہر طرف نیکی کی فضا قائم ہوتی ہے اور پھر بندوں پر باری تعالیٰ کے عفو و کرم کی بارش ہوتی ہے اور یومیہ ساٹھ ہزار خطاروں کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

بہر حال ان کی مغفرت و بخشش کا تعلق ان اہل ایمان سے ہے جو رمضان المبارک میں خیر و سعادت حاصل کرنے کی طرف مائل اور متوجہ ہوتے اور رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے مستفید ہونے کے لئے عبادات و طاعات کو اپنا شغل بنا لیتے ہیں ——— باقی رہے وہ کفار اور خدا فراموش، غفلت شعار لوگ جو رمضان اور اس کے احکام و برکات سے کوئی سروکار ہی نہیں رکھتے اور نہ اس کے آنے پر ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی آتی ہے بلکہ الٹا اعتراض کر دیا جاتا ہے کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو، یا روزہ عرب کی غربت و افلاس کے پیش نظر رکھوایا جاتا تھا۔ آج اس کی ضرورت نہیں تو ظاہر ہے اس قسم کی بشارتوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں، انہوں نے جب اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیا ہے اور بارہ مہینے شیطان کی پیروی پر مطمئن ہیں تو پھر اللہ کے یہاں بھی ان کے لئے محرومی و

بدبختی کے سوا اور کچھ نہیں۔

چھ لاکھ انسانوں کی بخشش

حدیث:۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر شب میں چھ لاکھ آدمیوں کو جہنم سے بری فرماتے ہیں اور جب
رمضان المبارک کی آخری شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ (جہنم سے اتنی تعداد میں) بری فرماتے ہیں جتنے
آج رات تک یومیہ چھ لاکھ کے حساب سے پورے مہینہ میں آزاد فرمائے ہیں، جن کی مجموعی تعداد تقریباً
ایک کروڑ اسی لاکھ ہوتی ہے ——————— (بیہقی)

دس لاکھ کی مغفرت

حدیث:۔ ایک طویل حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ جل شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار
کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو دوزخ سے بری فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے تھے اور جب
رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جسقدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے ان سب
کے برابر اس ایک دن آزاد فرماتے ہیں۔ جن کی مجموعی مقدار تقریباً تین کروڑ بنتی ہے ——— الترغیب والترہیب

تشریح:۔ ماہ رمضان خداوند قدوس کی رحمت کی گھٹاؤں اور بہاروں کا خاص مہینہ ہے، گنہگار اور خطاکار بندوں
پر شب و روز عفو و درگذر کی موسلادھار بارش برستی ہے۔ کوئی بندہ ذرا بھی شرم و ندامت کیساتھ ان کی طرف رجوع ہوتا
ہے فوراً باران رحمت سے پاک وصاف کر دیا جاتا ہے بلکہ ایک سرکاری منادی ماہِ مبارک کی ہر شب میں پکار پکار کر کہتا
ہے اور تمام رات پکارتا رہتا ہے کہ کوئی گناہوں کی معافی چاہنے والا ہو تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔ کوئی توبہ کرنے
والا ہو تو اس کی توبہ قبول کر لیجائے ——————— (کما مر فی الحدیث السابق)

جب خود ان کی جانب سے عفو و درگذر کی پیشکش ہو رہی ہو تو بتلایئے پھر شب و روز لاکھوں کی معافی اور دوزخ سے
نجات میں کیا شبہ رہ سکتا ہے او صاحب! ان کی رحمت کوئی محدود تھوڑی ہے کہ کم و بیش معاف کرنے سے کوئی کمی آجائے
گی، ان کی شانِ عفو و کرم لامحدود و لامتناہی ہے اگر اولین و آخرین جمع ہو کر آنِ واحد میں طالب عفو ہوں اور وہ بخشدیں
تو بھی ان کے دریائے رحمت میں کوئی کمی نہ آئے۔ اس لئے خوب بڑھ چڑھ کر معافی چاہو اور پوری امت مسلمہ کی معافی پیش
کرو اور فلاح دارین طلب کرو۔

ابناءِ آخرۃ بننے کا مہینہ

رمضان المبارک کے ثمرات و برکات کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس کی رحمتوں اور برکتوں پر مشتمل احادیث اس
قدر موجود ہیں کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

ان میں سے ہم نے یہاں صرف پانچ حدیثیں ذکر کر دی ہیں، متفکرِ آخرت کے لئے ان شاء اللہ یہی کافی ہیں
محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

کونوا من ابناء الآخرۃ ولا تکونوا من ابناء الدنیا ۔ (مشکوٰۃ)
(اے لوگو) تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے مت بنو ۔

یعنی آخرت کی فکر کرنے والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق زندگی بسر کرنے والے بنو، دنیا میں اتنے منہمک نہ ہو کہ حرام و حلال کی تمیز ختم کردو اور دین و آخرت کو بالکل ہی خیر باد کہدو نیز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا کو یاد رکھو ۔

تعس عبد الدینار و عبد الدرھم (مشکوٰۃ)
درہم و دینار کا بندہ تباہ و برباد ہو ۔

یعنی جو شخص روپیہ پیسہ مال و دولت کمانے میں ایسا منہمک ہے کہ اسے رضائے الٰہی کا خیال ہی نہیں آتا جائز ناجائز کی پرواکئے بغیر مال کماتا ہے اور بے جا اڑا دیتا ہے ایسا شخص ذلیل و خوار تباہ و برباد اور ملعون ہو ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بددعا سے اللہ بچائے آمین

رمضان المبارک ابناء آخرۃ بننے کا مہینہ ہے ، دنیاوی کاروباری اور ملازمتی مصروفیات کم سے کم کرکے اور غیر ضروری تعلقات ختم کرکے زیادہ سے زیادہ ماہ مبارک میں اسلامی اور دینی زندگی اختیار کریں جس کے لئے مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرنی چاہیئے ۔

رمضان المبارک کے مختصر معمولات

- صدق دل سے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور کثرت سے توبہ و استغفار کا اہتمام رکھیں
- روزہ رکھنے کا پورا اہتمام کریں بلا عذر شرعی ترک نہ کریں ۔
- روزہ میں آنکھ ، کان ، ناک ، زبان ، دل ، دماغ اور تمام اعضاء کو ہر ہر گناہ سے بہت ہی بچائیں ۔
- نماز باجماعت کا مکمل اہتمام کریں ۔
- اشراق ، چاشت ، اوابین اور تہجد کے نوافل کا معمول بنائیں ۔
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں ۔

اس مقصد کے لئے " اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم " تالیف حضرت ڈاکٹر عبد الحی صاحب رحمہ اللہ کا مطالعہ بہت کافی ہے ۔

- تلاوت قرآن کریم کا جس قدر زیادہ ہوسکے معمول بنائیں ۔
- چلتے پھرتے لا الٰہ الا اللہ کا ورد رکھیں ۔
- جنت الفردوس مانگیں عذاب دوزخ سے پناہ مانگیں اور ملک و ملت کی صلاح و فلاح کی دعائیں کریں ۔

اگر ماہ مبارک ان باتوں کے التزام و اہتمام کے ساتھ گزر گیا تو قوی امید ہے کہ انشاء اللہ ضرور دل کی حالت بدلے گی ، حالات میں تبدیلی آئے گی ، زندگی میں انقلاب آئے گا ۔ دنیا کی بے ثباتی ، ناپائیداری اور فنائیت محسوس ہوکر اس سے بے رغبتی دل میں پیدا ہوگی فکر آخرت کا ذوق پیدا ہوگا ، اس کرب انگیز زندگی میں سکون و اطمینان محسوس ہوگا اور پھر سال کے دیگر مہینوں میں بھی اپنے آپ کو اسلامی زندگی سے قریب رکھنا سہل ہوجائے گا ۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضاہ من القول والعمل والفعل والنیۃ والھدی انک علی کل شیئ قدیر ۔ آمین ۔ برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

البلاغ

ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ

تحقیقی مقالہ:

(تیسری اور آخری قسط)

حضرت عثمانؓ کی مالی پالیسی پر معترضین یہ اعتراض بڑی شدومد سے کرتے ہیں کہ انہوں نے کثرت سے جاگیریں عطا کیں لیکن عہدِ عثمانی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہنے میں مجھے کوئی تامل نہیں کہ یہ سراسر غلط ہے۔ آنحضرتؐ نے جو جاگیریں عطا کیں ان میں حضرت علیؓ کو چار جاگیریں دیں۔ دو فقیرین میں ایک بیر جبیر قیس میں اور ایک شجرہ میں[۵۵] حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اموال بنوالنضیر میں سے جاگیر عطا فرمائی۔ حضرت عمرؓ کو مدینہ کے باہر اور خیبر میں ایک جاگیر دی تھی۔ دو[۲] جاگیریں زبیر بن العوام کو عطا کیں اور ایک جاگیر عبدالرحمٰن بن عوف کو عطا فرمائی۔[۵۶]

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے دو لوگوں کے علاوہ ایک جاگیر اپنے داماد زبیر بن العوام[۵۷] اور ایک اور جاگیر دوسرے داماد طلحہ بن عبیداللہ کو عطا کی تھی۔[۵۸] حضرت عمرؓ فاروق نے دیگر افراد کے علاوہ ینبع کا سرسبز نخلستان اپنے خسر علیؓ بن ابی طالب[۵۹] کو اور ایک جاگیر زبیر بن العوام کو دی تھی۔[۶۰]

حضرت عثمانؓ نے جن چھ افراد کو جاگیریں دیں وہ یہ ہیں: عثمان بن ابی العاص کو بصرہ کے باہر شط کے مقام پر ان کے اس مکان کے بدلہ میں جاگیر دی جو حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی میں شامل کر دیا تھا۔[۶۱] ان کے علاوہ عبداللہؓ بن مسعود۔ عمارؓ بن یاسر۔ خبابؓ بن ارت۔

اسامہؓ بن زید یا سعدؓ بن ابی وقاص کو جاگیریں دی گئیں[82]۔ ان میں زبیرؓ بن عوام کے علاوہ جو حضرت عثمانؓ کے سمدھی تھے۔ عثمان غنیؓ کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ ان جاگیروں کے بارے میں بھی یحییٰ بن آدم قرشی مصنف "کتاب الخراج" کی رائے ہے کہ وہ حضرت عمرؓ نے عطا کی تھیں[83] حضرت عثمانؓ نے نہیں۔

امام یوسفؒ نے اقطاع کے باب میں حضرت عثمانؓ کی عطا کردہ جاگیروں میں عبداللہؓ بن مسعودؓ۔ عمار بن یاسرؓ اور سعد بن مالکؓ کے نام لکھے ہیں[84]۔

اگر حضرت عثمانؓ بے شمار لوگوں کو جاگیریں عطا کرتے تو اسلامی مالیات کے ابتدائی مصنف امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) یحییٰ بن آدم قرشی (متوفی ۲۰۳ھ) اور ابو عبید (متوفی ۲۲۴ھ) وغیرہ اس کی تفصیل بیان کرتے۔ ان کتابوں کے مطالعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی مالی پالیسی وہی تھی جو آنحضرتؐ اور شیخینؓ کی مالی پالیسی تھی اور اس میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا گیا۔[85]

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے حضرت عثمانؓ کی مالی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت عثمانؓ نے جب محسوس کیا کہ لوگوں کے حالات بدل گئے ہیں اور فتنہ و فساد کے آثار پیدا ہو رہے ہیں تو انہوں نے لوگوں کے سامنے ایک تجویز پیش کی، ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس تجویز کے ذریعہ بعض خرابیوں کی اصلاح کر سکیں گے۔ تجویز یہ تھی کہ بلاد عربیہ میں جہاں کہیں بھی کوئی سکونت اختیار کرے اس کا مال غنیمت وہیں پہنچا دیا جائے تاکہ شہروں میں فوجیوں کے علاوہ وہی لوگ رہیں جن کو وہاں قیام کی ضرورت ہے۔ مدینہ کے لوگ یہ سُن کر حیران ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ سے دریافت کیا کہ:

"اللہ نے مالِ غنیمت میں ہمیں جو زمینیں دی ہیں آپ وہ کس طرح منتقل کریں گے؟" حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ ہماری تجویز یہ ہے کہ آپ انہیں حجاز کے مالکان اراضی سے جس سے بھی چاہیں اپنی زمین سے بدلیں۔ یہ سُنکر وہ خوش ہو گئے۔ اللہ نے ان پر ایسا دروازہ کھولا جس کا ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا، وہ منتشر ہو گئے۔ اس تجویز نے ان کی مصیبت دُور کر دی۔ تجویز کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے پہلے حجاز والوں کو اور پھر تمام عرب کے شہریوں کو موقع دیا کہ اگر ان کی کوئی زمین عراق یا کسی دوسرے صوبہ میں ہو

تو وہ حجاز یا کسی دوسرے عربی شہر کی زمین سے بدل لیں تاکہ لوگ اپنے اپنے شہروں میں اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ مستقل قیام کریں اور وہاں سے منتقل نہ ہوں' ...... اس تجویز پر لوگوں کا خوش ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں' کیونکہ حجاز والوں کے لئے عراق کی زمین میں وہ کشش نہیں ہوسکتی جو خود حجاز کی زمین میں ہوسکتی ہے۔ اسی طرح یمن والوں کو مصر اور شام کی زمینوں سے زیادہ یمن کی زمین مرغوب ہوگی جو ان سے قریب ہے اور وہ آسانی سے اس کی دیکھ بھال کرسکتے ہیں۔ اس طرح ان کو نہ لمبے سفر کی زحمت اٹھانی ہوگی اور نہ باپ دادا کی زمین سے ہجرت کی تکلیف سہنی پڑے گی۔ حضرت عثمان رضؓ نے اپنی اس تجویز سے تمام صوبوں کو مطلع کرکے ایسی راہ کھول دی جس نے لوگوں کی زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا۔ سیاست، اجتماع اور اقتصاد' غرض کہ فکر ونظر کا ایسا کوئی گوشہ باقی نہ رہا جہاں اس کے اثرات نہ پہنچے ہوں۔ چند مثالیں سنئے: حجاز میں جلیل القدر صحابہؓ کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادیں بہت زیادہ تھیں ان لوگوں نے خبر پاتے ہی ان کو فروخت کرکے صوبوں میں زمینیں خریدلیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ زمینیں حجاز سے کہیں زیادہ زرخیز ہیں پھر بونے جوتنے میں آسانی ہے اور پیداوار زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ حضرت طلحہؓ نے خیبر کی جائیداد حجازیوں سے بدل لی۔ طلحہؓ چونکہ بہت دولت مند تھے اس لئے انہوں نے بہت سے حجازیوں سے ان کی زمینیں خریدلیں۔ خود حضرت عثمانؓ نے اپنی حجاز کی مملوکہ زمین کے بدلہ ان کی عراق کی زمین خریدلی۔ لوگوں نے اس اعلان سے فائدہ اٹھایا اور ہر وہ شخص جس کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ حجاز چھوڑ کر صوبوں میں اپنی زمینوں کا انتظام کرے اس نے اپنی وہ زمین فروخت کردی اور اس کے بدلے اپنے قریب کوئی جگہ لے لی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عراق اور دوسرے صوبوں میں بڑی بڑی جائیدادوں اور زمینوں کے مالک پیدا ہوگئے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کی اس تجویز سے وہ بڑے بڑے سرمایہ دار ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے جن میں چھوٹی چھوٹی جائیداد والوں کی ملکیت خریدلینے کی سکت تھی۔ چنانچہ طلحہؓ، زبیرؓ اور مروان بن حکم نے جائیدادیں اور جاگیریں خریدیں۔ مالیاتی نقطۂ نظر سے وہ

سال بڑی سرگرمیوں کا گذرا خوب خوب خرید و فروخت ہوئی۔ قرضے لئے گئے، تبادلے ہوئے، شراکتیں قائم ہوئیں اور یہ سرگرمیاں حجاز اور عراق تک محدود نہ رہیں بلکہ پورے عرب شہروں اور مفتوحہ علاقوں تک پھیل گئیں۔ ایک طرف طویل وعریض اراضی کی بڑی بڑی ملکیتیں قائم ہوئیں اور دوسری طرف ان کے انتظام اور بندوبست کے سلسلے میں بہت سے مزدور غلام اور آزاد کام پر لگ گئے۔ اس طرح اسلام میں ایک نیا طبقہ پیدا ہوگیا جس کی امتیازی شان میں وہ سیادت بھی تھی جس کا سرچشمہ دولت کی فراوانی، مال کی بہتات اور ماتحتوں کی کثرت تھی۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں نے عرب شہروں میں خاص طور سے حجاز میں زمین خریدی تھی، انہوں نے اس کی کاشت کا ارادہ کیا اور باہر سے غلاموں کو بلوایا بہت جلد مکہ، مدینہ اور طائف میں امرا اور سرمایہ داروں کا وہ طبقہ پیدا ہوگیا جو خود کچھ کام نہیں کرتا تھا اور اپنا سارا وقت عیش وعشرت میں گذارتا تھا۔ مزدور اور غلام اس کیلئے کام کرتے تھے۔[۸۶]

ڈاکٹر طہٰ حسین کے کہنے کے مطابق حضرت عثمانؓ کی اس مالی پالیسی کے جو نتائج برآمد ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسلام میں بڑی بڑی جاگیروں کی ابتدا ہوئی۔

(۲) امرا اور سرمایہ داروں کا ایک نیا طبقہ پیدا ہوگیا جو خود کچھ کام نہیں کرتا تھا اپنا سارا وقت عیش وعشرت میں گذارتا تھا اور غلام کام کرتے تھے۔

(۳) حجاز اور دوسرے شہروں میں تمدن کا دور دورہ ہوگیا تعیش بڑھ گیا۔ فرصت اور فضولیات نے قدم جمائے۔

ان نتائج کو اخذ کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب اس پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"جب حضرت عثمانؓ اور ان کے رفیقوں نے یہ تجویز پیش کی تو اس کے دور رس نتائج ان کی نگاہ میں نہ تھے۔ انہوں نے ایک خرابی کو دور کرنا چاہا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے بلکہ اس تجویز سے خلاف توقع خرابیاں ہی خرابیاں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ دیہاتی عرب شہروں میں ہجرت کرنے سے کسی وقت رک بھی سکے یا نہیں اس لئے کہ تاریخ اس

باب میں خاموش ہے۔ مجھے تو اس میں بھی شک ہے کہ حضرت عثمانؓ اور
ان کے مشیروں نے مسلمانوں کی اقتصادی زندگی میں اس قدر غیر معمولی اور
اہم انقلاب پیدا کرنے کا جو ارادہ کیا تھا تاریخ نے اسے تاڑا بھی یا نہیں؟
مجھے اس میں شبہ نہیں کہ قیدیوں اور غلاموں کا جو دباؤ شہروں پر پڑ رہا تھا
حضرت عثمانؓ اسے کم کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اس لئے کہ فتوحات
کا سلسلہ حضرت عثمان کے عہد تک رہا........ جن لوگوں نے اپنی صوبوں
کی زمینیں فروخت کر کے حجاز میں جائیدادیں خریدیں انہوں نے اپنا انتظام
ٹھیک طور پر نہیں چلایا اور ضرورت کے مطابق باہر سے کام کرنے والے
نہ بلا سکے جن کے آنے سے شاید شہروں میں غلاموں کی تعداد کم ہو جاتی۔
حضرت عثمانؓ نے ۳۳ھ میں یہ اقتصادی انقلاب پیدا کیا اور ۳۵ھ
میں شہید ہوئے اور ان دو برس کے درمیان حالات انتہائی اضطراب
انگیز رہے اس لئے اس مختصر مدت میں جن نتائج کی توقع تھی وہ برآمد نہ
ہو سکے البتہ اس کے خراب اور خطرناک اثرات کم سے کم وقت میں ظاہر
ہو گئے۔ اور حجاز کے سرمایہ دار جس بات کا بڑی بے تابی سے انتظار
کر رہے تھے وہ ان کو حاصل ہو گئی۔ مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ نے قریش
کو روک کر صرف ان کی شخصیتوں کو نہیں روکا تھا بلکہ بڑی حد تک ان کی
دولت و ثروت کو بھی مدینہ سے باہر نہیں جانے دیا تھا۔ بلاشبہ مدینے کے
دولت مند حجاز میں اور دوسرے صوبوں میں کاروبار کرتے تھے اور روپیہ
پیسے کی شکل میں غیر معمولی دولت بھی کماتے تھے لیکن اپنی اس روز افزوں
دولت کو وہ کسی کاروبار میں نہیں لگا سکتے تھے' ان کے لئے آسان نہ تھا کہ
وہ وسیع پیمانے پر بڑے بڑے کاموں میں اپنا سرمایہ لگائیں اس لئے
یہ ہوا کہ نقد کی صورت میں نقد اور مال کی صورت میں مال بڑھتا چلا
گیا۔ غریب عوام اس کو دیکھتے۔ بعض اوقات دولت کی اس فراوانی پر کچھ
لوگ نفرت بھی محسوس کرتے۔ جس سے متاثر ہو کر دولت مند خیرات کی
راہیں نکالتے، نیک لوگوں کے لئے یہ بات اللہ اور عوام کی خوشنودی کا
باعث تھی اور دوسروں کے لئے حسد اور دشمنی سے بچنے کا باعث تھی،

حضرت عمرؓ نے قریش کو کاروبار سے روکا نہیں تھا اور روک بھی نہیں سکتے تھے۔
لیکن ان کو یہ یقین تھا کہ دولت مند اپنی دولت سے اس قدر زیادہ نفع کماتے ہیں جو مناسب نہیں اسی لئے اپنے عہد کے آخری دنوں میں آپ نے فرمایا: "جو کام میں آخر میں کیا اگر وہ پہلے کرتا تو دولت مندوں سے ان کا بچا ہوا مال لے کر غریبوں میں تقسیم کر دیتا۔"[۵۵]

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے حضرت عثمانؓ کی مالی پالیسی سے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ در اصل اس زمانہ کی دولت کی فراوانی کا نتیجہ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے کوئی نئی پالیسی نہیں بنائی اور نہ انہوں نے مسلمانوں کی زندگی میں کوئی زبردست اقتصادی انقلاب پیدا کرنا چاہا تھا جس کو صرف ڈاکٹر صاحب ہی تاڑ سکے ورنہ بقول ان کے تاریخ تو معلوم نہیں تاڑ بھی سکی یا نہیں؟ اور نہ عہد عثمانی سے لیکر اب تک کسی مؤرخ، محقق اور ماہر مالیات کی نگاہ وہاں تک پہنچی ڈاکٹر صاحب نے اپنے تبصرہ اور نتائج کی بنیاد مفروضہ پر قائم کی ہے۔ واقعات اور حقائق سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ زمین کے تبادلہ کے بارے میں صرف طبری نے لکھا ہے اور انہوں نے سیف بن عمر سے روایت کیا ہے۔ طبقات ابن سعد۔ معارف ابن قتیبہ۔ الامامہ والسیاسہ۔ انساب الاشراف۔ فتوح البلدان۔ الاخبار الطول۔ تاریخ یعقوبی۔ التنبیہ والاشراف۔ مروج الذہب وغیرہ میں ایسی کوئی روایت نہیں جو سیف کی روایت کی تصدیق کرتی ہو یا حضرت عثمانؓ کی اس اہم پالیسی پر روشنی ڈالتی ہو۔ سیف بن عمر کی حیثیت یقیناً اس قابل نہیں کہ ان کی روایت پر بھروسہ کر کے اس قدر اہم بات کہہ دی جائے۔ واقعہ اس قدر اہم ہے کہ اگر حقیقتاً پیش آتا تو صرف سیف بن عمر ہی کو معلوم نہ ہوتا، سب ہی کو معلوم ہوتا۔ بعد کے مصنفین میں سے صرف ابن اثیر نے اس کا تذکرہ کیا[۵۶] اور انہوں نے غالباً یہ روایت طبری ہی سے لی ہوگی۔ البدایۃ والنہایۃ۔ اسد الغابہ۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ مسند امام احمد بن حنبل۔ کتاب الخراج (ابو یوسف)، کتاب الاموال۔ کتاب الخراج (یحییٰ بن آدم) وغیرہ میں حضرت عثمانؓ کی اس پالیسی کا کہیں ذکر نہیں۔ اگر واقعۃً اور حقیقۃً ایسا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ اس قدر اہم واقعہ کو یہ مصنفین نظر انداز کر دیتے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں زمینوں کی خرید و فروخت اور تبادلے کی کوئی پابندی نہیں تھی جس کو حضرت عثمانؓ نے ختم کیا۔ عہد عمرؓ میں اجماع صحابہؓ سے یہ بات طے ہو گئی تھی کہ حکومت اسلامیہ اور مسلمانوں کا تعلق اراضی سے کچھ نہیں بلکہ اس کے خراج اور اس

پیداوار سے ہے جو زمینوں سے حاصل ہو اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے مالکانہ تصرفات خرید و فروخت اور بخشش وغیرہ سے زمینوں کی آمدنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس شخص کی ملکیت میں منتقل ہوں گی وہ بیت المال کے خراج کا ذمہ دار ہوگا۔ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے ان ممالک کی زمینیں خریدنا اور وہاں کے قضاۃ اور فقہائے سے ان کی بیع و شرا پر احکام جاری کرنا ثابت ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں اس کی کافی تفصیل دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بغداد کے مقام راذان میں ایک جائیداد خرید فرمائی۔ حضرت حسن و حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی ایک خراجی زمین خریدی۔ تابعین میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور محمد بن سیرین سے بھی ان زمینوں کی خرید و فروخت ثابت ہے۔ حفص بن غیاث فرماتے ہیں:

"یہ زمینیں بیع کی جا سکتی ہیں اور قرض میں دی جا سکتی ہیں اور میراث میں تقسیم کی جا سکتی ہیں"۔[۸۹]

حضرت امام احمد بن حنبل کے پاس بغداد میں ایک زمین تھی جس کی پیداوار پر آپ کی گذر تھی۔ اور اسی کے ایک مکان میں آپ رہتے تھے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ اس کے بارے میں آپ کے نزدیک کیا حکم ہے تو فرمایا کہ "یہ زمین مجھے اپنے باپ سے ورثہ میں ملی ہے اگر کوئی شخص اپنی ملکیت کا دعویٰ ثابت کردے گا تو میں اسے اس کے حوالے کردوں گا"۔[۹۰] فقیہ اور محدث ابن ابی لیلی بھی ایسی زمینوں کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیتے ہیں[۹۱] خطیب بغدادی نے اس مسئلہ میں ائمہ فقہاء کا اختلاف اور جانبین کی شہادتیں نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

"اس سے یہ حاصل ہوا کہ بغداد کی زمینیں ان کے مالکوں کی ملکیت ہیں ان کا وراثت میں منتقل ہونا کرایہ پر دینا خرید و فروخت کرنا وغیرہ سب جائز ہے ہم نے جتنے علماء اور قضاۃ اور شہود فقہاء کو دیکھا ہے اسی پر عمل کرتے دیکھا ہے کہ اراضی کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں شہادت دینے کو برا نہیں جانتے تھے۔ اور نہ کسی زمین کو وراثت میں تقسیم کرنے میں کوئی توقف و تردد کرتے تھے اور اگر کسی معاملہ میں کوئی جھگڑا یا اختلاف ہو تو یہی حضرات قابل تقلید ہیں اور انہیں کا حکم مخالفت کرنے والوں کے مقابلہ میں حجت ہے"۔[۹۲]

امام ابو عبید اگرچہ ان حضرات میں سے ہیں جو ان زمینوں کو وقف غیر مملوک قرار دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف صحرائی جائیداد کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں مملوکہ مکانوں اور عمارتوں کے

کے متعلق وہ جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کی رائے سے متفق ہیں۔ امام ابوعبید فرماتے ہیں کہ:

"ان حضرات کا اختلاف درحقیقت ان پیداوار کی زمینوں پر تھا جن پر خراج عائد ہوتا ہے۔ مثلاً وہ زمینیں جن میں کھیتیاں یا باغات ہوں لیکن رہائشی زمینیں اور مکانات جو سوادِ عراق وغیرہ میں ان کے متعلق ہمیں ایک عالم بھی ایسا معلوم نہیں جو ان کی خرید وفروخت یا قبضہ یا ان میں سکونت کو مکروہ کہتا ہو۔ کوفہ کی زمینیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مختلف قطعات میں تقسیم کی گئیں اور وہ تقسیم خود ان کی اجازت سے ہوئی پھر اس میں بڑے بڑے صحابہ کرامؓ سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، عمار، حذیفہ، سلیمان، خباب اور ابن مسعود وغیرھم رضی اللہ عنہم اجمعین اس کے بعد حضرت علیؓ نے وہاں قیام کیا اور آپ کے ساتھ بہت سے صحابہ پوری مدت خلافت وہیں قیام پذیر رہے اس کے بعد تابعین حضرات کا وہاں قیام رہا، ہم نے کسی کو نہیں سُنا جو یہاں کے قیام میں کوئی شبہ کرتا ہو یا اس کے دل میں اس کے متعلق کوئی کھٹک ہو اور اسی طرح تمام علاقہ عراق کا حال ہے اور اس کے ثبوت میں بیشمار روایات ہیں"۔[۹۳]

عہد عثمانی کے آخر میں معاشرہ میں جو تبدیلی ہوئی وہ حضرت عثمانؓ کی مالی پالیسی کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ وہ فتوحات کی کثرت اور دولت کی فراوانی کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس کے اثرات مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہوئے اور تمدن میں زبردست تبدیلی ہوئی۔ معاشرہ پر ان اثرات کی ابتدا عہدِ عمرؓ میں ہوئی جو عہد عثمانی کے آخر میں نمایاں ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی دُوررس نگاہیں ان نتائج سے بے خبر نہ تھیں لیکن وہ خود بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے نظام وظائف قائم کردیا تھا لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ یہ اس کا حل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابوسفیان بن حرب نے وظائف پر اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ "یہ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو کافروں سے جو مال بغیر قتال کے دِلواتا ہے ان کی مقدار بہت بڑھ گئی ہے"۔[۹۴]

عہدِ عثمانی میں دولت کی فراوانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور اسی لحاظ سے لوگوں کے وظائف اور انکی خوشحالی میں اضافہ ہوا۔ معاشرہ پر اس کے جو اثرات پڑے وہ ناگزیر تھے حضرت عثمانؓ کی کسی پالیسی کا نتیجہ نہیں تھے۔

اِس تحقیقی مقالہ کے حواشی مندرجہ ذیل ہیں:

۱ (الف) وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔
(پارہ ۲ آیت ۱۹۵)

(ب) وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (الذریت پارہ ۲۶ آیت ۱۹)

(ج) فات ذاالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل۔
(سورۃ روم۔ پارہ ۲۱ آیت ۳۸)

(د) یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقنکم (پارہ ۳ آیت ۲۵۴)

(ح) یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم (پارہ ۳ آیت ۲۶۷)

۲ (الف) ورحمتی وسعت کل شیء فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم باٰیٰتنا یومنون۔ (اعراف۔ پارہ ۹ آیت ۱۵۶)

(ب) واقیموا الصلوٰۃ واٰتوالزکوٰۃ (بقرہ۔ پارہ ۱، آیت ۹۳)

(ج) وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون (حم۔ سجدہ۔ پارہ ۲۴، آیت ۶ و ۷)

(د) وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون۔ (الروم۔ پارہ ۲۱ آیت ۳۹)

۳ پارہ ۸۔ سورۃ انعام۔ آیت ۱۴۲۔

۴ بخاری۔ باب الزکوٰۃ۔ امام ابویوسف۔ کتاب الخراج۔ ص ۶۹۔ یحییٰ بن آدم القرشی کتاب الخراج۔ ص ۱۲۴ و ۱۲۵۔ ابن عابدین۔ ردالمختار جز ۳ ص ۲۵۵۔

۵ پارہ ۲۸۔ سورۃ الحشر۔ آیت ۶

۶ پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبہ۔ آیت ۲۸

۷ ابن عابدین۔ ردالمختار۔ جز ۳ ص ۲۲۸

۸ "وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء واللہ علیٰ کل شیء قدیر"
(حشر۔ پارہ ۲۸ آیت ۶)

۹ واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ

والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل۔ (انفال، پارہ ۱۰ آیت ۴۱)

۱۰؎ ابن حزم۔ محلّی جلد ۶ ص ۱۵۶۔

۱۱؎ فآت ذالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل، (سورہ روم، پارہ ۲۱، آیت ۳۸) ابن حزم۔ محلّی جلد ۶ ص ۱۵۶ و ۱۵۸۔

۱۲؎ ابن عابدین۔ ردالمختار جلد ۳ ص ۲۵۶ باب "العشر والخراج والجزیہ"۔

۱۳؎ ابوعبید۔ کتاب الاموال ص ۵۳۴

۱۴؎ الکاسانی۔ بدائع الصنائع جز ۷ ص ۱۱۴ تا ۱۱۵ "کتاب السیر"۔

۱۵؎ امام ابویوسف۔ کتاب الخراج ص ۱۳۲ تا ۱۳۳۔
یحییٰ بن آدم القریشی۔ کتاب الخراج ص ۱۷۳۔
ابوعبید۔ کتاب الاموال۔ ص ۵۳۴ - ۵۳۳۔

۱۶؎ واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمٰی والمسٰکین وابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان۔ واللہ علی کل شیءٍ قدیر، (پارہ ۱۰ آیت ۴۱۔ سورہ الانفال)

۱۷؎ انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل اللہ و ابن السبیل۔
(سورہ التوبۃ پارہ ۱۰ آیت ۶۰)

۱۸؎ ابن عابدین۔ ردالمختار جز ۳ ص ۲۸۰ تا ۲۸۱ "مطلب فی المصارف بیت المال۔

۱۹؎ امام ابویوسف۔ کتاب الخراج ص ۸۰۔

۲۰؎ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۴۵۴۔ شبلی۔ الفاروق ص ۳۱۸ تا ۳۲۶ پر مشتمل ہے۔

۲۱؎ طبری۔ تاریخ طبری۔ جلد اوّل جزو خامس ص ۲۳- ۲۲۔

۲۲؎ طبری۔ تاریخ طبری۔ جلد اوّل جزو خامس ص ۲۲۔

۲۳؎ ابوعبید۔ کتاب الاموال ص ۴۶۵

۲۴؎ ابوعبید۔ کتاب الاموال ص ۱۶

۲۵؎ طبری۔ تاریخ طبری جلد اوّل، جزو خامس ص ۴۵۔

۲۶ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۴۰ ۔
۲۷ ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۲۱۳ ۔ ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ ص ۲۳۷ تا ۲۳۸
۲۸ ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ ص ۲۴۱
۲۹ بخاری۔ تاریخ الکبیر باب ضیافت عثمان ۔
۳۰ ابن عبدالبر۔ الاستیعاب" ذکر سیدنا عثمان" جلد ۲ ص ۴۷۶ ۔
۳۱ سیوطی۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۰، ۳۲ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۳۸۔
۳۳ طبری۔ تاریخ طبری جلد اول جزو خامس ص ۴۵، ۳۴ سیوطی۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۰
۳۵ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۴۶۴ "حضرت عمرؓ کے عہد میں عطا کی ابتدار۔
۳۶ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۴۵۷
۳۷ البلاذری۔ انساب الاشراف جزو ۵ ص ۲۶ ۔ سنن کبری۔ جلد ۴ ص ۱۱۸
۳۸ امام مالک۔ موطا ص ۱۲۱" ماجاء فی صدقۃ الرقیق والخیل"
ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۴۶۵ ، تفصیل کیلئے دیکھئے "الزامات" ص ۳۴۲ تا ۳۴۳ ۔
۳۹ تفصیل کیلئے دیکھئے "الزامات" ص ۳۴۲ ۔ امام شافعی۔ کتاب الام جلد ۲ ص ۲۲
۴۰ امام شافعی۔ کتاب الام جلد ۲ ص ۲۲ ۴۱ ابو عبید۔ کتاب الام ص ۴۱۱
۴۲ ابو عبید۔ کتاب الام ص ۴۱۲
۴۳ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۴۳۷۔ یحییٰ بن آدم القرشی۔ کتاب الخراج ص ۱۶۳
علاء الدین۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۳۰۵
۴۴ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۴۳۷ ۴۵ ابو عبید۔ کتاب الاموال۔ ص ۴۱۲
۴۶ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۴۳۰ ۴۷ سیوطی۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۱۶
۴۸ طبری۔ تاریخ طبری۔ ص ۲۴۶۴ ۔ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۲۶۶
امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۲۴ تا ۲۵ "فصل فی الفیٔ والخراج"
یحییٰ بن آدم القرشی۔ کتاب الخراج ص ۲۷ تا ۲۸
۴۹ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۳۵
۵۰ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۲۷
۵۱ مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی۔ اسلام کا اقتصادی نظام۔ ص ۲۳۸

۵۲ مفتی محمد شفیع۔ اسلام کا نظام اراضی۔ ص ۱۹ تا ۲۰ ادارۃ المعارف، کراچی

۵۳ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۶۱ "القطاع"

۵۴ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۷۳

۵۵ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۷۴ تا ۲۷۵ (مصنف کے وقت تک)

۵۶ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۷۲۔
یحییٰ بن آدم القرشی۔ کتاب الخراج ص ۹۱ و ۸۴ و ۸۵

۵۷ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۶۵۔ "فصل فی سوات الارض فی الصلح والضوۃ وغیرھما"

۵۸ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۶۲۔ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۹۰
یحییٰ بن آدم قرشی۔ کتاب الخراج ص ۹۳

۵۹ یحییٰ بن آدم القرشی۔ کتاب الخراج ص ۹۱۔ مقریزی۔ الخطط جلد اول ص ۸۲
ماوردی۔ الاحکام السلطانیہ ص ۱۹۱۔ باب الحکام الاقطاع میں ایسی زمینوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۶۱

۶۰ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۸۱۔ ۲۸۰

۶۱ البلاذری۔ فتوح البلدان جزو اول ص ۱۹ "المدینہ کی طرف رسول اللہ کی ہجرت"
ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۶۲

۶۲ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۱۹ تا ۲۰۔ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۷۳

۶۳ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۲۰

۶۴ البلاذری۔ فتوح البلدان ص ۱۹۔ یحییٰ بن آدم القرشی۔ کتاب الخراج ص ۷۷

۶۵ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۷۵ کا متن وحاشیہ

۶۶ البلاذری۔ فتوح البلدان جلد اول ص ۱۸

۶۷ البلاذری۔ فتوح البلدان جلد اول ص ۱۸

۶۸ یحییٰ بن آدم القرشی۔ کتاب الخراج ص ۸۷

۶۹ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۸۳

۷۰ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۸۴

۷۱ ابو عبید۔ کتاب الاموال ص ۲۸۴

۴۲ ابوعبید ۔ کتاب الاموال ص ۲۸۴
۴۳ امام ابو یوسف ۔ کتاب الخراج ص ۶۲
۴۴ امام ابو یوسف ۔ کتاب الخراج ص ۶۲
۴۵ یحییٰ بن آدم القرشی کتاب الخراج میں ص ۷۸ پر لکھا ہے: آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو بیر شجرہ اور بیر قیس عطا فرمایا۔
۴۶ البلاذری ۔ فتوح البلدان ، جلد اول ص ۲۰ - ۲۴ - ۲۷ د ۳۵
ابوعبید۔ کتاب الاموال ص ۲۷۲ تا ۲۸۳ باب الاقطاع پر اس کی تفصیل مذکور ہے۔
۷۷ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۱۹ ۔ یحییٰ بن آدم القرشی ۔ کتاب الخراج ص ۷۷
۷۸ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۱۸
ابوعبید ۔ کتاب الاموال ص ۲۷۶
۷۹ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۲۰ ۔ یحییٰ بن آدم القرشی ۔ کتاب الخراج ص ۷۸
۸۰ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۱۸
امام شافعی ۔ کتاب الام ۔ جلد ۳ ص ۲۶۹
۸۱ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۳۷۰ ۔ یاقوت الحموی ۔ معجم البلدان جلد ۱ ص ۳۴۴ شط
۸۲ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۲۸۲ "یوم جلولا الوقیعۃ"
۸۳ یحییٰ بن آدم ۔ کتاب الخراج ص ۷۸
۸۴ امام ابو یوسف ۔ کتاب الخراج ص ۶۲
۸۵ حضرت عثمانؓ کی مالی پالیسی کے سلسلہ میں بیت المال میں اسراف ۔ اور عطیات کی کثرت اور خاندان نوازی پر تفصیلی بحث "الزامات" (ص ۳۰۲) کے باب میں دی گئی ہے ۔
۸۶ ڈاکٹر طٰہٰ حسین ۔ الفتنۃ الکبریٰ جلد اول ص ۱۰۳ تا ۱۰۵ ۔ اقتصادی انقلاب ۔
۸۷ طٰہٰ حسین ۔ الفتنۃ الکبریٰ جلد اول ص ۱۰۶ تا ۱۰۷
۸۸ الکامل فی التاریخ جلد ۳ ص ۵۴ ، ۳۰ھ کے واقعات ۔
۸۹ خطیب ۔ تاریخ بغداد جلد اول ص ۱۸ ، ۹۰ خطیب ۔ تاریخ بغداد ۔ جلد ۱ ص ۲۲
۹۱ خطیب ۔ تاریخ بغداد ۔ جلد ۱ ص ۱۸ ، ۹۲ خطیب ۔ تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۲۲
۹۳ خطیب ۔ تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۲۰ ، ۹۴ البلاذری ۔ فتوح البلدان ص ۴۶۳ ۔
"حضرت عمرؓ کے عہد میں عطا کی ابتداء"

ماہِ مبارک کا مختصر دستور العمل

- صدقِ دل سے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور کثرت سے توبہ و استغفار کا اہتمام رکھیں۔
- روزہ رکھنے کا پورا اہتمام کریں۔ بلاعذرِ شرعی ترک نہ کریں۔
- روزے میں آنکھ، کان، ناک، زبان، دل و دماغ اور تمام اعضاء کو ہر گناہ سے بہت ہی بچائیں۔
- نماز باجماعت کا مکمل اہتمام کریں۔
- اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کے نوافل کا معمول بنالیں۔
- مستند دینی کتابوں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔
- تلاوت قرآن کریم اور ذکر و تسبیح کا جس قدر زیادہ ہو سکے معمول بنائیں۔
- بُرے خیالات سے اپنے ذہن کو حتی الوسیع فارغ رکھ کر اپنی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دیں اور آخرت کی فکر پیدا کریں۔
- چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے لا الٰہ الا اللہ کا ورد رکھیں۔
- جنّت الفردوس طلب کریں اور عذاب دوزخ سے پناہ مانگیں۔

مولانا مفتی عبدالروف سکھروی

اعتکاف کے معنیٰ

اعتکاف کے لفظی معنیٰ ٹھہرنے کے ہیں اور دینی زبان میں کسی ایسی مسجد میں جہاں اعتکاف میں بیٹھنے کے وقت پنج وقتہ فرض نماز پابندی سے باجماعت ہوتی ہو، اس میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

اعتکاف کی فضیلت

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وآبائہ الکرام سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرے کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (الترغیب)

حدیث:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ معتکف تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے کوئی شخص تمام نیکیاں کر رہا ہو۔ (مشکوٰۃ)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لئے صرف ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ جل شانہٗ اس معتکف اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں حائل کردیں گے جو (لمبائی چوڑائی میں) خافقین سے زیادہ وسیع

ہوں گی ۔ (الترغیب)

تشریح: ـــــ خافقین کے دو معنیٰ بیان کئے گئے ہیں ۔

① جتنا فاصلہ مشرق و مغرب کے درمیان میں ہے ۔

② جتنا فاصلہ آسمان و زمین کے درمیان میں ہے ۔

حاصل یہ نکلا کہ معتکف کو دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا، یعنی جہنم میں نہ جائے گا ۔

اعتکاف کا رکن

اعتکاف میں صرف ایک رکن ہے اور وہ کسی بھی مسجد میں خاص طریقے سے ٹھہرنا اور اپنے آپ کو محبوس کرنا ہے ۔ (بحر الرائق)

اعتکاف کی شرطیں

اعتکاف میں سات چیزیں شرط ہیں ۔

① مسلمان ہونا ② عاقل ہونا ③ اعتکاف کی نیت کرنا ④ مسجد جماعت میں ٹھہرنا

⑤ اعتکاف سنّت اور واجب میں روزہ سے ہونا ⑥ مرد و عورت کا جنابت سے پاک ہونا ۔

⑦ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا (عالمگیری)

شرائط کی مختصر تشریح

دوسری شرط " عاقل ہونا " اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ معتکف کا بالغ ہونا ضروری نہیں جو نابالغ بچہ سمجھدار ہو اس کا اعتکاف بھی درست ہو جاتا ہے (مراقی الفلاح)

چھٹی شرط " مرد و عورت کا جنابت سے پاک ہونا " یہ شرط اعتکاف کے حلال اور جائز ہونے کے لئے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے اور جنابت کی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے اس لئے معتکف کا جنابت سے پاک ہونا ضروری ہے ۔ لیکن اگر کوئی اس حالت میں اعتکاف کرے تو اعتکاف درست ہو جائے گا اگرچہ جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے اور قیام کرنے کا گناہِ عظیم ہو گا (علم الفقہ)

ساتویں شرط " عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا " یہ شرط سنّت اور واجب اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ واجب اور سنت اعتکاف میں چونکہ روزہ ضروری ہے اور حیض و نفاس کی حالت میں روزہ ہو نہیں سکتا ۔ اس لئے اگر اسی حالت میں اعتکاف کر لیا تو وہ صحیح نہیں ہو گا (علم الفقہ)

چنانچہ اگر عورت کو دورانِ اعتکاف حیض یا نفاس آجائے تو اس کو اعتکاف سے اٹھ جانا چاہیئے اگر یہ اعتکاف واجب تھا تو عورت کو اس اعتکاف کی قضا بھی لازم ہے ۔

(شامی)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں ۔ (عالمگیری)

(۱) واجب (۲) مسنون (۳) مستحب

اعتکافِ مسنون

اعتکافِ مسنون کی تعریف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کو اعتکافِ مسنون کہتے ہیں (عالمگیری) اس کا پورا نام سنتِ موکدہ علی الکفایہ ہے۔ (مراقی الفلاح)

مسئلہ :۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف بڑے شہروں کے ہر بڑے محلے کی کسی مسجد میں اور گاؤں دیہات کی پوری بستی میں کوئی ایک آدمی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب محلے والے اور سب دیہاتیوں کے ذمہ ترکِ سنّت کا وبال رہتا ہے اور اگر ایک آدمی بھی اعتکاف میں بیٹھ جائے تو یہ سنّت سب کے ذمہ سے اتر جاتی ہے اور اعتکاف کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ (بحر الرائق)

مسنون اعتکاف کا طریقہ

رمضان المبارک کی ۲۰ ر تاریخ کو عصر کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آخری عشرے کی اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو جائے اور جب شرعی طور سے عید کے چاند کا ثبوت ہو جائے تو اعتکاف ختم کردے اور یہ غروب آفتاب کے بعد ختم ہو جائے گا (شامی)

مسنون اعتکاف کی نیّت

مسنون اعتکاف کی اتنی نیت کرلینا کافی ہے " اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں " (عالمگیری)

مسنون اعتکاف کی نیت کا وقت

مسئلہ :۔ اعتکاف کی نیت ۲۰ ر تاریخ کے سورج غروب ہونے سے پہلے کرلینی چاہئیے، خواہ مسجد میں داخل ہوتے وقت کریں یا مسجد میں داخل ہو جانے کے بعد کریں۔ لیکن اگر غروب آفتاب سے کچھ دیر بعد نیت کی تو یہ مسنون اعتکاف نہ ہوگا بلکہ مستحب ہو جائے گا کیونکہ نیت کرنے سے پہلے عشرۂ اخیر کا کچھ وقت ایسا گزر گیا ہے کہ جس میں اعتکاف کی نیت نہیں تھی لہذا پورے عشرے کا اعتکاف نہ ہوا جبکہ مسنون یہی تھا۔ (امداد الفتاویٰ)

اعتکاف کی سب سے افضل جگہ

اعتکاف کے لئے سب سے بہتر جگہ مسجد بیت اللہ ہے اس کے بعد مسجد نبوی ہے اس کے بعد مسجد اقصیٰ ہے جس کو بیت المقدس کہتے ہیں پھر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہو۔ پھر محلہ کی وہ مسجد جس میں نمازی زیادہ آتے ہوں اور اگر محلہ میں جامع مسجد بھی ہے لیکن پنج وقتہ نمازی کم آتے ہیں اور دوسری مسجد جہاں جمعہ نہیں ہوتا اس میں نمازی زیادہ ہوتے ہیں تو اس صورت میں جامع مسجد ہی میں اعتکاف کرنا افضل ہے کیونکہ نماز جمعہ کے لئے باہر جانا نہ پڑے گا۔ ہاں اگر محلے میں دو جامع مسجدیں ہیں تو جس میں زیادہ نمازی آتے ہیں

وہ افضل ہے (بدائع)

جامع مسجد کی تعریف

جامع مسجد سے مراد ہر وہ مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو نیز وہ بڑی مسجد جس میں نمازی بہت آتے ہوں وہ حکماً جامع مسجد ہے اور اس میں بھی جامع مسجد کا ثواب ملے گا۔ جامع مسجد میں اعتکاف کرنے کا ثواب پانچسو اعتکاف کے برابر ملتا ہے (بدائع)

محلہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: حقوق کے اعتبار سے اپنے محلّہ کی مسجد ہی کا زیادہ حق ہے کہ اسی میں اعتکاف کیا جائے کیونکہ اعتکاف تراویح با لجماعت کے مشابہ ہے جس طرح محلے کی مسجد میں محلے والوں کے ذمہ تراویح کی جماعت قائم کرنا سنت علی الکفایہ ہے کہ اگر تمام محلے والے تراویح کی جماعت ترک کر دیں، تو سنت چھوڑنے کے سب گنہگار ہوں گے اسی طرح بڑے شہر کے ہر بڑے محلّے میں بالکل کوئی اعتکاف نہ کرے تو سب اہل محلہ سنت کے تارک ہوں گے اور جو شخص محلہ میں سے اعتکاف کرے گا تو وہ اپنے اعتکاف کا ثواب بھی پائے گا اور اہل محلہ کو ترک سنت کے وبال سے بچانے کا اس کو الگ ثواب ملے گا، کیونکہ اس کے اعتکاف کر لینے سے سب گناہ سے بچ گئے لہٰذا اس وجہ سے اپنے محلہ والوں کا زیادہ حق ہے کہ ان کو گناہ سے بچایا جائے بہ نسبت دوسرے محلہ والوں کے کہ ان پر جدا سنت علی الکفایہ ہے، اس لئے اپنے محلہ ہی کی مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے (عالمگیری، شامی، جامع الرموز)

اعتکاف کے مستحبات

اعتکاف کے آداب اور مستحبات یہ ہیں، ان کا پورا اہتمام رکھیں تاکہ اعتکاف کے حقیقی برکات و ثمرات نصیب ہوں۔

(۱) اعتکاف میں اچھی اور نیکی کی باتیں کریں۔

(۲) رمضان المبارک کے آخری پورے عشرے کا اعتکاف کرنے کی کوشش کریں۔

(۳) حتی الامکان جامع مسجد میں اعتکاف کریں۔

(۴) اپنی طاقت کے مطابق اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ عبادت الٰہی میں صرف کریں۔ مثلاً نوافل پڑھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں۔ علم دین کی صحیح اور مستند کتابوں کا مطالعہ کریں۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، حضرات انبیاء علیہم السلام کے صحیح واقعات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام اولیائے کرام رحمہم اللہ کے حالات و حکایات، ان کے اقوال و ملفوظات کا مطالعہ کریں۔ مسائل شرعیہ کی کتابیں پڑھیں۔ مگر جو بات سمجھ میں نہ آئے خود اس کی تاویل یا مطلب نہ نکالیں بلکہ کسی معتبر عالم سے اس کا مطلب سمجھیں۔

(۵) اذکار مسنونہ پڑھیں۔ جتنی تسبیح آسانی سے پڑھ سکیں سب بہتر ہیں۔

تسبیحات یہ ہیں ۔

سُبْحَانَ اللہِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ اور جو استغفار یاد ہوں وہ پڑھیں مثلاً اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ یا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ یا رَبِّ اغْفِرْلِیْ ۔ اور سید الاستغفار کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے اور جو ذکر کریں توجہ اور دھیان سے کریں ۔

(۶) درود شریف کثرت سے پڑھیں ۔ سب سے بہتر درود وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ۔

(۷) صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے دس قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ، لہٰذا روزانہ پڑھیں ۔

(۸) اشراق ، چاشت ، سنن زوال ، اوابین اور تہجد کی نماز کا پورا اہتمام کریں ، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو بھی ترک نہ ہونے دیں ۔

(۹) فجر سے اشراق تک اور عصر کے فرضوں سے فارغ ہو کر مغرب تک ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہیں ۔

(۱۰) شب قدر کی پانچوں راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے کی کوشش کریں ، مناجات مقبول کی ایک منزل روزانہ پڑھ لیا کریں ، اس میں قرآن و حدیث کی بہت اچھی دعائیں جمع کر دی گئی ہیں ۔

(۱۱) اعتکاف میں پردہ ڈالنا اور نہ ڈالنا دونوں طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگر پردہ ڈالنے سے ریاکاری ، کبر و عجب پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو نہ ڈالے اور اگر ان امور کا اندیشہ نہ ہو تو یکسوئی کے لئے پردہ ڈال لینا بہتر ہے ۔ البتہ فرض نماز کی جماعت ہونے لگے اور پردہ پڑے رہنے سے جماعت میں خلا رہ جانے کا خطرہ ہو تو پردہ ہٹا دینا چاہیئے بلکہ بستر اور سامان بھی اٹھا لینا چاہیئے ۔

(۱۲) جہاں تک ممکن ہو دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو اپنے قول اور فعل اور کسی بھی طرز عمل سے تکلیف پہنچانے سے سخت احتیاط کریں (عالمگیری و فتح القدیر)

اعتکاف کے مباحات

بعض باتیں اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لئے جائز اور مباح ہیں ۔

(۱) معتکف کو چاہیئے کہ مسجد میں کھائے پیئے ، وہیں سوئے ، لیٹے بیٹھے ، آرام کرے ۔ معتکف کے لئے یہ سب باتیں مسجد میں درست ہیں ۔ (رد المختار)

(۲) اپنے اور بال بچوں کے متعلق یا دوسری خرید و فروخت کی باتیں کرنا بھی بقدر ضرورت جائز ہیں ۔

(۳) معتکف کھانے پینے کی مختصر چیزیں اور ضروریات کا سامان بھی ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن اتنا نہ ہو کہ دوکان ہی لگا لے یا نمازیوں کو جگہ گھر جانے کی وجہ سے تکلیف ہونے لگے اور پڑھنے کے لئے دینی کتب بھی رکھ سکتا ہے (رد المحتار)

(۴) کھانے پینے کی یا کوئی ضرورت کی چیز خریدنی ہو تو اس چیز کو دیکھنے کے لئے مسجد میں منگا سکتا ہے تاکہ

کوئی خراب چیز نہ آ جائے (ردالمحتار)

⑤ معتکف کو مختصر سا بستر، کھانا کھانے، پانی پینے، ہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے برتن وغیرہ رکھنے کی اجازت ہے۔ (ردالمحتار)

⑥ معتکف تاجر یا کارخانہ دار ہو تو اپنے قائم مقام یا ماتحت ملازمین کو تجارت کی ضروری ہدایات دے سکتا ہے اور اس کے متعلق باتیں بھی دریافت کر سکتا ہے کسی خریدار سے ضروری باتیں کرنی ہوں تو بقدر ضرورت لین دین، سودا سلف کی باتیں کرنے کی گنجائش ہے۔ (بدائع)

⑦ معتکف لباس تبدیل کر سکتا ہے، خوشبو استعمال کر سکتا ہے، سر اور داڑھی میں تیل لگانا، کنگھی کرنا سب باتیں جائز ہیں۔ (بدائع)

⑧ حالت اعتکاف میں معتکف اپنا یا دوسرے کا نکاح کر سکتا ہے بیوی کو طلاق رجعی دے رکھی ہو تو زبانی اس سے رجوع کر سکتا ہے (بدائع)

⑨ معتکف اپنا سر، داڑھی یا بدن کا کوئی حصہ دھونا چاہے یا کلی کرے تو اس بات کا پورا خیال رکھے کہ مسجد بالوں اور مستعمل پانی سے بالکل ملوث نہ ہو۔ تیل سے مسجد کی دیواریں، صفیں، صحن بالکل خراب نہ ہوں ورنہ ممنوع ہوگا (بدائع)

⑩ معتکف آرام کی غرض سے یا طبعی طور پر یا بلا ضرورت کلام کرنے سے بچنے کے لئے خاموش رہے تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے (درالحکام)

⑪ حالت اعتکاف میں دین کی باتیں کرنا باعث ثواب ہے اور ایسی باتیں کرنا کہ جن میں گناہ نہ ہو مباح ہیں اور بقدر ضرورت دنیوی باتیں کرنا بھی منع نہیں، لیکن بات کرنے کا مشغلہ نہ بنائیں (حاشیہ شرنبلالی)

⑫ معتکف کو ناخن کترنے مونچھیں سنوارنے، خط یا حجامت بنانے کی بھی رخصت ہے لیکن مسجد میں ناخن، پانی اور بال وغیرہ بالکل نہ گرنے پائیں۔ (فتح الباری)

تشریح : —— یہ باتیں اس شخص کو پیش آتی ہیں جو مسلسل ایک ماہ یا زیادہ کا اعتکاف کر رہا ہو۔ ورنہ دس روزہ اعتکاف کرنے والے کو ان میں مشغول ہونا اچھا نہیں یہ کام اعتکاف کے بعد بھی ہو سکتے ہیں۔

بچوں کو مسجد میں بلا اجرت قرآن کی اور دین کی تعلیم دینا اعتکاف کی حالت میں درست ہے (بحر الرائق)

معتکف کے پاس حالت اعتکاف میں کوئی ضروری کام ہو تو بیوی یا محرمات میں سے مثلاً والدہ بیٹی بہن وغیرہ مسجد میں آ سکتی ہیں لیکن نماز کا وقت نہ ہو اور پردے کے ساتھ آئیں۔ (کما جاء فی الحدیث)

اگر بیوی یا محرمات میں سے کچھ مستورات آئیں اور کوئی دوسرا شخص دیکھ رہا ہو تو اسی وقت صفائی کر دینی چاہیئے کہ ان سے میرا یہ رشتہ ہے یا یہ میری بیوی ہے تاکہ دوسروں کو بدگمانی نہ ہو۔ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے (کما جاء فی الحدیث)

اعتکاف کے مکروہات۔

○ اعتکاف میں بعض باتیں مکروہ اور منع ہیں۔ بعض باتیں ناجائز اور حرام ہیں، ان سب سے بچنے کا پورا خیال رکھیں۔

○ اعتکاف کی حالت میں معتکف کو جان کر یا بھول کر رات میں یا دن میں، مسجد میں یا گھر میں، بیوی سے صحبت کرنا، بوس وکنار ہونا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا سب حرام ہے (در الحکام)

نوٹ:۔ ان امور بالا سے اعتکاف ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کے مسائل مفسدات اعتکاف میں ذکر کریں گے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

○ بعض باتیں ہر حال میں حرام ہیں، لیکن حالت اعتکاف میں اور بھی سختی آئی ہے مثلاً غیبت کرنا چغلی کرنا، لڑنا اور لڑانا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی مسلمان کو ناحق ایذا پہنچانا کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریاکاری وغیرہ کرنا ان سے اور اس قسم کی تمام باتوں سے خوب احتیاط رکھیں (شامی)

○ جو باتیں مباح ہوں جن کے ذکر کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے بوقت ضرورت، بقدر ضرورت کرنے کی اجازت ہے بلا ضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں (در مختار)

○ معتکف کو بلا ضرورت کسی شخص کو مباح باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا مکروہ ہے اور خاص اس غرض سے محفل جمانا ناجائز ہے۔

معتکف کو اخبارات پڑھنا۔

○ معتکف کو بحالت اعتکاف ایسی کتابیں اور رسالے جن میں بیکار جھوٹے قصے کہانیاں ہوں دہریت کے مضامین ہوں، اسلام کے خلاف تحریرات ہوں، فحش لٹریچر ہو، اسی طرح اخبارات کی جھوٹی خبریں پڑھنا۔ سننا۔ نیز اخبارات عموماً تصویروں سے خالی نہیں ہوتے اور فوٹوؤں کو مسجد میں لانا جائز نہیں۔ اس لئے ان سب باتوں سے معتکف کو بچنا چاہیئے اور جس مقصد کے لئے اعتکاف کیا ہے اس میں لگنا چاہیئے۔ (اعتکاف کے فضائل و مسائل)

○ معتکف کو بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا مکروہ تحریمی ہے اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں۔ (بحر الرائق)

○ تجارتی یا غیر تجارتی ساز و سامان مسجد میں لاکر بیچنا یا خریدنا ناجائز ہے اور بلا ضرورت شدیدہ خرید و فروخت کی بات کرنا بھی مکروہ ہے (در مختار و بحر)

○ معتکف کو حالت اعتکاف میں مسجد کے اندر اجرت لے کر کوئی کام کرنا جائز نہیں خواہ مذہبی تعلیم دینا ہو یا دین و دنیا کا کوئی اور کام ہو (اشباہ۔ شامی)

اعتکاف میں سگریٹ پینے کا حکم

معتکف کو مسجد میں سگریٹ، بیڑی، سگار، حقہ پینا جائز نہیں، دوران اعتکاف ان سے حتی الامکان پرہیز کرے، جس طرح روزے کی بنا پر دن میں احتیاط کی شب میں بھی اجتناب کرے، ہمت کرنے سے اللہ تعالیٰ توفیق دے ہی دیتے ہیں لیکن اگر کسی کو انتہائی شدید تقاضا ہو اور کسی طرح برداشت نہ ہوتا ہو تو ایسا کر سکتا ہے کہ جب پیشاب پاخانے کے لئے مسجد سے باہر جائے تو راستہ میں اور بیت الخلاء میں پی لے اور پھر کوئی ایسی چیز کھالے کہ منہ کی بدبو بالکل دور ہو جائے (ہکذا سمعتہ من مرشدی)

اعتکاف کے مفسدات

بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے یاد رہے کہ یہ حکم نفلی اعتکاف کا نہیں ہے اس کا حکم نفلی اعتکاف کے بیان میں آئے گا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ: ——— معتکف کو بلا ضرورت شرعیہ طبعیہ اپنی اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں نہ رات میں نہ دن میں۔ ہر وقت اعتکاف گاہ میں رہے (عالمگیری)

مسئلہ: ——— معتکف ایک منٹ کے لئے بھی بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف گاہ یعنی مسجد سے باہر نکل جائے تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا (عالمگیری)

مسئلہ: ——— بلا ضرورتِ شرعیہ وطبعیہ خواہ جان کر نکلے یا بھول کر ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: ——— معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہو جائے تو معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ لیکن ایسی حالت میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہو گا۔ بلکہ اگر مریض کا سوائے اس معتکف کے کوئی تیمار دار نہیں، مریض کو بہت تکلیف ہے جان کا خطرہ ہو جائے تو معتکف کو چلے ہی جانا چاہیئے بعد میں اس کی قضاء کرلے۔ اسی طرح مثلاً اگر میت ہو گئی اور غسل، کفن و دفن کرنے والا اور کوئی نہیں ہے تب بھی اعتکاف میں سے اٹھ کر چلے جانا چاہیئے پھر بعد میں قضاء کرلے (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف میت کو نہلانے، کفن تیار کرنے، نماز جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے لئے یا میت کو کندھا دینے کے لئے یا دفن میں شریک ہونے کے لئے باہر چلا جائے گا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ بلا ضرورت شدیدہ اعتکاف نہ توڑے۔ ہاں معتکف کے بغیر کوئی انتظام نہ ہو سکے تو بے شک چلا جائے اور بعد میں قضا کرلے (عالمگیری)

مسئلہ: ——— شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر گیا تھا کہ راستے میں قرض خواہ یا کسی اور صاحب حق نے اس کو روک لیا اور معتکف بھی رک کر کھڑا ہو گیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا اس لئے معتکف کو چاہیئے کہ رک کر کھڑا نہ ہو بلکہ چلتے چلتے اس کو جواب دیدے یا مسجد میں آنے کے لئے کہہ دے ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ :———— معتکف خود سخت بیمار ہو جائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو تو معتکف گھر جاسکتا ہے اس کے چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لیکن گنہگار نہ ہوگا (بحر الرائق)

مسئلہ :———— معتکف کو اپنی جان یا مال کا قوی خطرہ ہو جائے جس کے دفع کرنے پر بحالت اعتکاف قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں گھر چلا جائے۔ گنہگار نہ ہوگا لیکن اعتکاف ٹوٹ جائے گا (بحر الرائق)

مسئلہ :———— کسی حاکم یا غیر حاکم نے زبردستی معتکف کو باہر نکال دیا مثلاً سرکاری وارنٹ آگیا یا زبردستی قرض خواہ باہر کھینچ کر لے گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا لیکن معتکف گنہگار نہ ہوگا (قاضی خان)

مسئلہ :———— مسجد گرنے لگے اور معتکف کے دب جانے کا خطرہ ہو یا کوئی بچہ یا آدمی پانی کے کنوئیں میں گر گیا اور وہ ڈوب رہا ہو یا آگ میں گر پڑے یا گرنے کا خطرہ ہو تو معتکف کو مسجد سے نکل جانا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے واجب ہے لیکن اعتکاف قائم نہ رہے گا (علم الفقہ)

ایک ہدایت :———— مذکورہ مسائل میں معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کے لئے پہلے اپنے مخلص اور تجربہ کار احباب سے مشورہ کرنا چاہئیے اگر کوئی تدبیر ایسی ہو سکتی ہے کہ خود نکلے بغیر کام ہو جائے تو خود نہ نکلے اور معمولی خطرے سے گھبرا کر فوراً نکل آنا درست نہیں اگر حقیقت میں کوئی ناقابل برداشت یا شدید خطرہ ہو جائے تو اعتکاف توڑ دینا چاہئیے۔

مسئلہ :———— معتکف بھول گیا اسے خیال ہی نہ رہا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور مسجد سے باہر آگیا خواہ فوراً اعتکاف یاد آگیا یا کچھ دیر کے بعد، اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ گنہگار نہ ہوگا (قاضی خانؒ)

مسئلہ :———— حالت اعتکاف میں ہم بستری کر لینے سے دن میں یا رات میں، بھول کر یا جان کر، خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہر حال میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا (قاضی خان)

مسئلہ :———— معتکف نے شرمگاہ کے علاوہ، بیوی کے کسی دوسرے حصہ بدن کے ساتھ مباشرت کی یا بوس وکنار کیا اگر انزال ہو جائے تب تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں (قاضی خان)

مسئلہ :———— معتکف نے کسی اجنبی عورت یا مرد پر نظر بد ڈالی یا غلط خیالات میں منہمک ہو گیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، خواہ انزال ہو یا نہ ہو (قاضی خان) ویسے یہ تمام کام حرام ہیں معتکف کو ان سے سخت اجتناب کرنا لازم ہے۔

مسئلہ :———— معتکف کسی سے لڑ جھگڑ پڑے اور خدا نہ کرے گالیاں بھی نکال دے تو اس سے اعتکاف تو فاسد نہیں ہوگا لیکن گنہگار ہو جائے گا۔ (قاضی خان)

مسئلہ :———— معتکف مسجد میں رہتے ہوئے، مسجد میں سے صرف سر یا ہاتھ باہر نکال دے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا (قاضی خان)

مسئلہ :———— معتکف تھوکنے، ناک صاف کرنے، کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھونے کلی کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے، وضو کرنے کی جگہ بھی مسجد سے باہر ہوتی ہے وہاں بھی نہ جائے، مسجد

ہی میں انتظام ہوسکتا ہے۔ اگالدان یا کسی برتن میں تھوڑی راکھ مٹی ڈال کر رکھ لے اس میں تھوکے، ناک صاف کرے سلفچی یا کسی برتن میں ہاتھ دھولیا کرے یا وضو کی نالی میں اس طرح کھڑا ہو جائے کہ قدم صحن مسجد میں رہیں اور ناک یا دھوون نالی میں گرے کیونکہ سر اور ہاتھوں کو مسجد میں رہتے ہوئے باہر کرسکتا ہے (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف گرمی سے بچنے کے لئے یا سردیوں میں دھوپ لینے کے لئے مسجد کی حد سے باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف کو کھانا منگوانے کا انتظام کرلینا چاہیئے خواہ گھر سے کوئی لے آئے یا ہوٹل والے کو کہہ دے اس کا ملازم وقت پر پہنچا دیا کرے، جب انتظام ہو جائے تو معتکف کو خود کھانا لینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ اگر چلا جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف کو باوجود کوشش کے کوئی کھانا لانے کا انتظام نہیں ہوسکا تو خود ہی گھر سے یا ہوٹل سے یا تندور پر سے لے آنا درست ہے لیکن بلا ضرورت وہاں نہ ٹھہرے کم از کم اتنا تو کہہ سکتا ہے کہ میں فلاں وقت کھانا لینے آیا کروں گا۔ تاکہ دکاندار خیال رکھے اور اس کو سب سے پہلے فارغ کردے اور یہ کھانا لانا غروب آفتاب کے وقت درست ہے غروب سے پہلے ہرگز نہ جائے۔ کیونکہ غروب آفتاب سے پہلے ضرورت ثابت نہیں ہوتی اس کے بعد پھر سحری کے آخری وقت تک جانے کا اختیار ہے بعد میں نہیں ہے اور کھانا مسجد میں کھانا چاہیئے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— کوئی شخص معتکف کا کھانا لاسکتا ہے لیکن نخرے بہت کرتا ہے تو ایسی صورت میں معتکف خود جاکر کھانا لاسکتا ہے اسی طرح کھانا لانے کی اجرت بہت زیادہ مانگے تب بھی خود لے آنا جائز ہے (روح الجواد)

مسئلہ: ——— معتکف کو بہت سخت پیاس لگ رہی ہے مسجد میں پانی نہیں ہے نہ کوئی لاکر دینے والا ہے تو خود مسجد سے باہر جہاں پانی جلدی ملتا ہے جاکر لاسکتا ہے اگر پانی کا برتن نہ ہو تو ایسی جگہ بھی پانی پی کر آسکتا ہے۔ گرمیوں میں کبھی سحری کے وقت ایسی صورت معتکف کو پیش آجاتی ہے (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف دن میں قصداً روزہ توڑ دے تو روزہ فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے اور روزہ میں بھول کر کھانے سے چونکہ روزہ نہیں ٹوٹتا تو اعتکاف بھی نہ ٹوٹے گا (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف دوا لینے کے لئے باہر ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ دوا کسی دوسرے آدمی سے منگوانی چاہیئے ڈاکٹر کو دکھانا ہو تو مسجد میں بلالے (اعتکاف کے فضائل و مسائل)

مسئلہ: ——— معتکف کو احتلام ہو جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا خواہ کتنی بار ہو - دن کو ہو یا رات کو (عالمگیری)

مسئلہ: ——— معتکف کسی کی کوئی چیز چرالے یا مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز کھا پی جائے تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا البتہ گناہ ہوگا (عالمگیری)

مسئلہ: ——— معتکف بے ہوش ہو جائے یا دیوانہ، پاگل ہو جائے یا جن بھوت کے اثر سے بے عقل ہو جائے اور ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو ایک دن کا درمیان میں وقفہ ہوگیا۔ تسلسل باقی نہ رہا اس لئے اعتکاف

فاسد ہوجائے گا اور اگر ایک رات دن گزرنے سے پہلے ہی ہوش میں آگیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا (عالمگیری)

معتکف کو پیش آنے والی حاجات کی قسمیں

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے معتکف کو جتنی حاجات اور ضروریات اعتکاف گاہ سے نکلنے کے لئے پیش آتی ہیں، ان کی تین قسمیں کی ہیں۔

(۱) حاجاتِ شرعیہ (۲) حاجاتِ طبعیہ (۳) حاجاتِ ضروریہ

لہٰذا اب ان تینوں قسموں کے احکام و مسائل علیحدہ علیحدہ بیان کئے جاتے ہیں۔

اعتکاف میں حاجات شرعیہ کے مسائل

حاجات شرعیہ کی تعریف: ——— جن امور کی ادائیگی شرعاً فرض و واجب ہو اور اعتکاف گاہ میں معتکف انہیں ادا نہ کر سکے ان کو حاجاتِ شرعیہ کہتے ہیں مثلاً جمعہ کی نماز اور عیدین وغیرہ کی نماز۔ (بحر الرائق)

مسئلہ: ——— معتکف کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو اس کو جامع مسجد میں اتنی دیر پہلے جانا چاہیئے کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے وہاں دو رکعت نفل تحیۃ المسجد اور چار سنتیں اطمینان سے پڑھ لے اور اس کا اندازہ خود معتکف پر چھوڑ دیا گیا ہے اندازے میں کچھ کمی بیشی ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعت سنتیں اور دو نفل پڑھ کر اپنی اعتکاف والی مسجد میں آجانا چاہیئے (درمختار)

مسئلہ: ——— جمعہ کی سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد جامع مسجد میں اگر کچھ زیادہ ٹھہر جائے تو جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ جس مسجد میں اعتکاف کا التزام کیا ہے اس کی ایک طرح مخالفت ہے (درمختار)

مسئلہ ——— معتکف جامع مسجد میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جائے اور وہیں ایک رات دن یا اس سے کم و بیش ٹھہرا رہے یا بقیہ اعتکاف وہیں پورا کرنے لگے تب بھی جائز ہے یعنی اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (بدائع)

مسئلہ ——— معتکف کو اپنی مسجد میں کسی وجہ سے جماعت نہ مل سکی مثلاً پیشاب یا پاخانہ چلا گیا تھا۔ مسجد میں آیا تو معلوم ہوا کہ جماعت ختم ہوگئی ہے تو اب دوسری مسجد میں جماعت کی خاطر باہر چلے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: ——— اگر معتکف کسی طبعی ضرورت یعنی پیشاب پاخانہ کے لئے باہر چلا جائے اور اس کو یہ اندازہ ہوجائے کہ مجھے اپنی اعتکاف والی مسجد میں جماعت نہیں ملے گی اور راستے میں کوئی مسجد ہے جس میں جماعت ہو رہی ہے یا تیار ہے تو ایسی صورت میں راستے کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور فارغ ہوتے ہی اپنی مسجد میں چلے آنا جائز ہے (ردالمحتار)

ایک قاعدہ

معتکف کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے پھر جاتے ہوئے یا آتے ہوئے کوئی عبادت ادا کرے تو یہ جائز ہے، مثلاً راستہ میں کوئی بیمار مل گیا اس کی بیمار پرسی کرلی یا نماز جنازہ تیار تھی اس میں شامل ہوگیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ امور عبادات ہیں۔ لیکن خاص ان کاموں ہی کے لئے مثلاً عیادت، نماز جنازہ انہی کی نیت سے مسجد سے باہر آجانا جائز نہیں ہے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ ایک تو انہی کاموں کے لئے مسجد سے باہر آنا یہ ناجائز ہے ایک یہ کہ شرعی یا طبعی حاجت کے لئے باہر آنے پھر اتفاق سے یہ امور پیش

آجائیں تو ان کو کرنا یہ درست ہے (ردالمختار)

مسئلہ: ـــــ عیدین کے روز اعتکاف کرنا معصیت ہے لیکن اگر کوئی شخص اعتکاف کر ہی لے تو اس کو نماز عید کے لئے، جمعہ کی نماز کی طرح چلے جانا چاہیئے اور عید کی نماز سے فارغ ہو کر فوراً اعتکاف گاہ میں آجانا چاہیئے عید کی نماز کے لئے جانا حاجت شرعیہ میں داخل ہے (درمختار)

معتکف کے لئے اذان کے مسائل

مسئلہ: ـــــ اذان دینے کی جگہ مثلاً منارہ اور محراب وغیرہ مسجد کے اندر ہیں تو معتکف مؤذن کو خواہ اذان کے لئے مقرر کیا ہوا ہو یا نہ مقرر کیا ہو ہر حال میں اذان دینے کے لئے اس جگہ جانا بلاشبہ جائز ہے اور اذان کے علاوہ کسی اور غرض سے اس جگہ جانا مثلاً کھانے، پینے، لیٹنے، بیٹھنے کے لئے بھی درست ہے (بدائع)

مسئلہ: ـــــ اذان دینے کی جگہ مثلاً منارہ، حجرہ یا محراب کی بغل میں کوئی جگہ مقرر ہے جو مسجد سے خارج ہے مگر اس میں جانے کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے تو معتکف مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کو اس جگہ اذان دینے کے لئے جانا یا کسی اور غرض سے جانا سب جائز ہے (شامی)

مسئلہ ـــــ اذان دینے کی جگہ جیسے منارہ یا حجرہ وغیرہ اگر مسجد سے خارج ہے اور ان میں جانے کا دروازہ اور راستہ بھی مسجد سے خارج ہے تو معتکف مؤذن اور غیر مؤذن اس جگہ صرف اذان دینے کے لئے جاسکتے ہیں اذان کے علاوہ اور کسی غرض سے مثلاً کھانا کھانے، لیٹنے، بیٹھنے اور ہوا خوری کے لئے معتکف مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کو اعتکاف میں اس جگہ جانا جائز نہیں ہے اور معتکف مؤذن کو بھی اذان دے کر فوراً واپس آجانا چاہیئے (شامی)

مسئلہ: ـــــ اوپر منارہ وغیرہ پر جانے کے لئے جو مسائل لکھے گئے ہیں ان میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اعتکاف مسنون اور اعتکاف واجب کے لئے ہیں نفلی اعتکاف والا ان جگہوں پر ہر وقت جاسکتا ہے (عالمگیری)

اعتکاف میں حاجات طبعیہ کے مسائل

حاجتِ طبعیہ کی تعریف: ـــــ

ایسے امور جن کے کرنے کیلئے انسان مجبور ہے اور وہ مسجد میں نہیں ہو سکتے ان کو حاجت طبعیہ کہتے ہیں جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجا، غسل جنابت وغیرہ۔

مسئلہ: ـــــ شرعی یا طبعی ضرورت کے لئے جب معتکف مسجد سے باہر چلا جائے تو حتی الامکان ایسی جگہ رفع حاجت کرے جو قریب ہو مثلاً معتکف کا گھر دور ہے اور کسی بے تکلف دوست کا قریب ہے یا خود معتکف کے دو گھر ہیں ایک قریب دوسرا بعید یا مسجد کے قریب سرکاری بیت الخلاء ہے یا مسجد کے متصل بیت الخلاء بنا ہوا ہے تو ان میں سے جو بیت الخلاء قریب ہو اسی میں رفع حاجت کرنی ہوگی۔ البتہ اگر قریب والی جگہ سے طبیعت مانوس نہ ہو جس کی وجہ سے رفع حاجت پوری نہ ہوتی ہو۔ خواہ بتقاضائے طبیعت یا دوسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہو، پردہ کرانا پڑتا ہے یا اور کوئی دشواری ہے تو دور جگہ جہاں یہ دشواری نہ ہو چلے جانا جائز ہے (شامی)

مسئلہ: ـــــ معتکف کو حاجت طبعیہ سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آجانا چاہیئے۔ بلا وجہ گھر میں رہنا جائز نہیں (شامی)

مسئلہ: ـــــ معتکف کی ریح خارج ہونے لگے اگر ممکن ہو سکے تو اس کو مسجد سے باہر جاکر خارج کرے اگر بلا اختیار مسجد ہی میں خارج ہو جائے تو بھی مضائقہ نہیں معذور ہے (امداد الفتاویٰ)

مسئلہ: ـــــ معتکف جب حاجت شرعیہ اور حاجت طبعیہ کے لئے جائے تو اپنی عادت کے مطابق چال سے چلے، جلدی چلنا ضروری نہیں۔ البتہ ذرا ہلکی آہستہ چال چلنا اس لئے بہتر ہے کہ چلتے ہوئے سلام کرنے اور جواب دینے میں آسانی ہوگی۔ بعض مرتبہ جس کو معلوم نہ ہو رو کنا چاہے یا چلتے چلتے کسی بات کا جواب دینا ہو تو آسانی سے بلا توقف کئے یہ باتیں ہو سکتی ہیں اور چلتے ہوئے یہ سب کام کر سکتا ہے تیز چال میں ٹھہر جانے یا کسی کے روک لینے کا اندیشہ ہے اور ایک منٹ بھی ٹھہر جائے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اس لئے ہلکی چال بہتر ہے ورنہ ہر چال چلنا جائز ہے (بدائع)

مسئلہ: ـــــ وضو کرنے کی ایک جگہ قریب ہے اور دوسری ذرا دور ہے تو قریب والی جگہ بہتر ہے اگر کوئی دشواری ہو تو دور بھی جا سکتا ہے اسی طرح پیشاب خانے، استنجا خانے اور غسل خانے کا حکم ہے کہ جب تک قریب ترین جگہ سے ضرورت پوری ہوتی ہو تو بلا ضرورت دور نہ جائے (شامی)

اعتکاف میں فوری حاجات پیش آنیکا بیان

حاجاتِ ضروریہ کی تعریف

معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے کہ جس کی وجہ سے اسے اعتکاف گاہ چھوڑنا پڑ جائے تو ایسی باتوں کو حاجاتِ ضروریہ کہتے ہیں (مراقی الفلاح)

مثلاً سجدہ کرنے لگے اور معتکف کو دب جانے کا خطرہ ہو جائے یا ظالم حاکم گرفتار کرنے آجائے یا ایسی شہادت دینا ضروری ہو گیا کہ جو شرعاً معتکف کے ذمہ واجب ہے کہ مدعی کا حق اس کی شہادت پر موقوف ہے دوسرا کوئی شاہد نہیں ہے اگر معتکف گواہی نہ دے تو مدعی کا حق فوت ہو جائے گا یا کوئی آدمی یا بچہ پانی میں ڈوب رہا ہے آگ میں گر رہا ہے یا خطرہ ہے یا سخت بیمار ہو گیا ہے یا گھر والوں میں سے کسی کی جان مال، آبرو کا خطرہ ہے یا سخت بیمار ہو گیا یا جنازہ آگیا اور جنازے کی کوئی نماز نہیں پڑھاتا ہے یا جہاد کا عام حکم ہو گیا اور جہاد میں شریک ہونا فرض عین ہو گیا یا کسی شخص نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا یا جماعت کے نمازی سب چلے گئے اب مسجد میں جماعت کا انتظام نہ رہا اس قسم کی سب حاجات ضروریہ کہلاتی ہیں اکثر صورتوں میں اعتکاف ترک کرنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے اور اعتکاف چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں ہوتا (کذا فی کتب الفقہ)

رہا اعتکاف کو چھوڑنے سے اعتکاف فاسد ہو جانا تو اس کا حکم اعتکاف کے مفسدات میں گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیں۔

اعتکاف گاہ کے مسائل

یہاں جو مسائل لکھے جا رہے ہیں مردوں کے لئے ہیں عورتوں کے لئے جو مخصوص مسائل ہیں وہ علماء سے دریافت کرلیں۔

معتکف کو اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ اعتکاف کی تین قسموں واجب، مسنون اور مستحب میں سے کونسا اعتکاف کرنا چاہتا ہے اور جس مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے وہ اس مسجد میں درست ہوتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ: ـــــ مسنون اور واجب اعتکاف کے لئے ایسی مسجد ہونا ضروری ہے جس میں پانچوں وقت باقاعدہ نماز باجماعت ہوتی ہو (بدائع)

مسئلہ: ـــــ جس مسجد میں تین یا چار وقتوں کی باقاعدہ جماعت ہوتی ہے کسی ایک وقت جماعت نہیں ہوتی تو ایسی مسجد میں واجب اور مسنون اعتکاف درست نہیں ہوگا صرف نفلی اعتکاف ہوسکتا ہے (بدائع)

مسئلہ: ـــــ مرد کے لئے ہر قسم کے اعتکاف کے واسطے مسجد کا ہونا ضروری ہے اگر مرد گھر میں اعتکاف کرے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا (بدائع)

معتکف کیلئے مسجد کی حدود

مسئلہ: ـــــ مسجد کی چھت، مسجد ہی کے حکم میں آتی ہے اس لئے معتکف مسجد کی چھت پر آجا سکتا ہے بشرطیکہ چھت کا زینہ مسجد کے اندر ہو اگر زینہ مسجد کے باہر ہو تو پھر زینہ پر جانا جائز نہیں البتہ اعتکاف میں بیٹھتے وقت اگر یہ نیت کرلی کہ میں اس زینہ کے ذریعہ مسجد کی چھت پر جاؤں گا تو پھر معتکف کو اس زینے کے ذریعے مسجد کی چھت پر جانا جائز ہے پھر اعتکاف فاسد نہ ہوگا (بحر الرائق)

مسئلہ: ـــــ مسجد کا تمام احاطہ عرفاً مسجد ہی کہلاتا ہے لیکن اعتکاف کے بیان میں جہاں مسجد کا لفظ آتا ہے اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے جہاں تک سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے مقرر کی گئی ہے یعنی مسجد کا اندرونی حصہ برآمدہ اور صحن اس طرح سمجھ لیں کہ مسجد میں جس جگہ آپ وضو نہیں کرسکتے۔ جنابت کی حالت میں وہاں نہیں جاسکتے وہ جگہ مراد ہے عموماً جہاں تک مسجد کا صحن کہلاتا ہے وہاں تک مسجد کی حد ہوا کرتی ہے (بحر الرائق)

معتکف کو مسجد کے ان مقامات پر جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: صحن مسجد کے علاوہ جتنی جگہ مسجد کی دوسری ضرورتوں کے لئے مقرر کی ہوئی ہے مثلاً وضو کرنے کی جگہ، وضو کی ٹونٹیاں، نالیاں، وضو کے لئے بیٹھنے کی جگہ، غسل خانے، امام و مؤذن کا حجرہ، جنازہ گاہ، جو دالان وغیرہ علاوہ نماز پڑھنے کے کسی دوسری نیت سے بنائے گئے ہوں، اسی طرح سہ دریاں، تہہ خانے، بچوں کی تعلیم گاہ، مسجد کا صدر دروازہ یا کوئی دوسرا دروازہ جہاں تک جوتے پہنے ہوئے آجاتے ہیں اور ان سب کی چھتیں کوئی افتادہ پلاٹ اسی قسم کی وہ تمام جگہ جو مسجد کی کسی ضرورت و مصلحت کے لئے یا نمازیوں کے آرام کے لئے بنائی گئی ہو اور اگرچہ یہ مسجد کے احاطے کے اندر ہی ہوں لیکن معتکف کے لئے یہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوتیں۔ ان سب جگہوں پر معتکف کو جانا جائز نہیں ہے الا یہ کہ وہاں شریعت نے ضرورتاً جانے کی اجازت دی ہو۔ جیسے وضو کرنا، پیشاب پاخانہ کرنا، غسل جنابت کے لئے چلے جانا یہ سب بقدرِ ضرورت جائز ہے (در مختار و جامع الرموز)

مسئلہ: ـــــ صحن مسجد میں جو حوض بنا ہوتا ہے وہاں بھی وضو کرنے تو جاسکتا ہے لیکن کسی دوسرے کام مثلاً کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے، کلی کرنے کے لئے، کھانے کے برتن دھونے کے لئے جانا جائز نہیں، یہی حکم ہر وضو کی جگہ جانے کا ہے (جامع الرموز)

مسئلہ: ـــــ عیدگاہ اور جنازہ گاہ میں اعتکاف کرنا درست نہیں۔ (جامع الرموز)

اہم ہدایت: ـــــ اوپر معتکف کو جن مقامات پر جانا شرعی اور طبعی ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے

ان مقامات کو بار بار پوری توجہ سے پڑھیں اکثر و بیشتر معتکف حضرات بے دھیانی یا مسائل سے لاعلمی کی بنا پر یہاں کبھی ہاتھ دھونے کبھی کلی کرنے، کبھی ناک صاف کرنے کبھی برتن دھونے اور اسی طرح کے دوسرے متفرق کاموں کے لئے چلے جاتے ہیں۔ جس سے ان کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور انہیں ان کا علم بھی نہیں ہوتا یاد رکھئے کہ شرعی اور طبعی حاجت کے بغیر ان ذکر کردہ مقامات پر چلے جانے سے خواہ وہ جانا صرف ایک منٹ کے لئے ہو اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مسجد کی دیواروں کا حکم

مسئلہ:۔۔۔۔۔ مسجد کی وہ دیواریں جن پر مسجد کی عمارت قائم ہے مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہیں لہذا اس دیوار میں کوئی محراب، طاقچہ، الماری یا کھڑکیاں بنی ہوئی ہوں یا لاؤڈ اسپیکر لگا ہوا ہو تو ان مقامات پر معتکف آ جا سکتا ہے، جائز ہے (بحر الرائق)

مسئلہ:۔۔۔۔۔ مسجد کی جو دیوار الگ بنی ہوئی ہو یا اس کے متعلق شبہ ہو کہ پتہ نہیں بانی مسجد نے اس کو مسجد میں شامل کیا ہے یا نہیں یا دیوار تو نہ ہو بلکہ کوئی ایسی جگہ ہو جس کے متعلق شبہ ہو کہ معلوم نہیں یہ مسجد میں شامل ہے کہ نہیں تو جب تک تحقیق نہ کرلے کہ یہ مسجد میں شامل ہے اس وقت تک وہاں جانا جائز نہیں۔

(امداد الفتاوی)

معتکف کے لئے کئی منزلہ مسجد کا حکم

مسئلہ:۔۔۔۔۔ جو مسجد کئی منزلہ ہو تو اس کی ہر منزل میں اعتکاف ہو سکتا ہے اور کسی ایک منزل میں اعتکاف کر لینے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جا سکتا ہے بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ مسجد کے اندر ہی ہو حدود مسجد سے باہر نہ ہو۔ اگر مسجد کی حدود سے دو چار سیڑھیاں بھی باہر ہو جاتی ہوں تو بھی جائز نہیں ہے ہاں اگر زینہ مسجد سے باہر ہو کر جاتا ہو اور اوپر جانا ضروری ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے کے وقت جب اعتکاف کی نیت کرے اسی وقت نیت میں یہ شرط لگالے کہ میں فلاں زینہ سے اوپر جایا کروں گا تو یہ شرط کر لینے سے اس زینے سے اوپر جانا جائز ہو جائے گا اس شرط لگانے کو استثناء کرنا بھی کہتے ہیں (شامی)

مسئلہ:۔۔۔۔۔ ایک صورت یہ ہے کہ مسجد دو منزلہ ہے، معتکف نے اوپر والی مسجد میں اعتکاف کرنے کی نیت کی ہے تو وہ زینہ بغیر شرط کئے خود ہی اعتکاف سے حکماً الگ ہو جائے گا کیونکہ اوپر کی منزل میں بہرحال اس کو اسی زینے سے جانا ہوگا تو یہ نیت میں خود آگیا اور مستثنیٰ ہو گیا۔ (شامی)

مسئلہ:۔۔۔۔۔ حاجات شرعیہ مثلاً جمعہ کی نماز کے لئے جانا، حاجات طبعیہ (جیسے بول و براز اور غسل جنابت) کے لئے جانا یہ خود بخود مستثنیٰ ہوتے ہیں ان کو مستثنیٰ کرنے کی نیت کی ضرورت نہیں۔ یعنی یہ ضرورت نہیں کہ اعتکاف کرتے وقت آپ نیت میں یہ بھی شرط لگائیں کہ میں جمعہ یا پیشاب، پاخانے کے لئے جایا کروں گا۔ ان کی شریعت نے خود ہی اجازت دے دی ہے اس لئے یہ خود بخود مستثنیٰ ہو جاتے ہیں (شامی و جامع الرموز)

معتکف کو احتلام ہو جانے کا حکم۔

معتکف کو دن میں یا رات میں احتلام ہو جائے تو اس سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا معتکف کو

چاہیئے کہ آنکھ کھلتے ہی پہلے تیمم کرے جس کیلئے یا تو پہلے ہی سے ایک کچّی یا پکی اینٹ رکھ لی جائے ورنہ بدرجۂ مجبوری مسجد کے صحن یا دیوار پر تیمم کرے پھر غسل کا انتظام کرے (بدائع)

غسل کا انتظام خود بھی کر سکتا ہے دوسرا کوئی کردے تو یہ بھی جائز ہے۔ مثلاً پانی کا بھرنا یا ڈالنے کیلئے لوٹا یا کوئی برتن لانا اگر دوسرا کوئی انتظام کر رہا ہو تو اتنی دیر معتکف تیمم کے ساتھ مسجد میں رہے پھر نہا کر کپڑے پہن کر مسجد میں آجائے۔

مسئلہ: ـــــ سردیوں میں احتلام ہو جائے اور ٹھنڈے پانی سے ضرر کا اندیشہ ہو تو معتکف تیمم کر کے مسجد میں رہے اور اپنے گھر اطلاع کردے تاکہ گرم پانی ہو جائے اگر قرب و جوار میں کوئی گرم حمام ہو تو قریب والی دکان پر بھی غسل کر کے آسکتا ہے اگر ہو سکے تو حمام والے کو اپنے آنے کی اطلاع کردے اور غسل کر کے فوراً چلا آئے (شامی)

ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا

مسئلہ: ـــــ گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے غسل کرنے کے واسطے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں (امداد الفتاوٰی)

اگر معتکف چلا گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ البتہ معتکف گرمی دور کرنے کے لئے یہ تدابیر اختیار کر سکتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ میٹر چوڑا اور ڈھائی میٹر لمبا پلاسٹک منگوا کر مسجد کی حد جہاں ختم ہوتی ہو وہاں یہ پلاسٹک مسجد میں بچھادے اور اس کے تین کنارے مسجد میں رہیں اور ایک جانب اور کنارہ مسجد کے باہر والے حصہ کی طرف کردے اور مسجد والی تینوں جانبوں میں پلاسٹک کے نیچے کنارے اینٹیں وغیرہ لگادے اس طرح مسجد کے اندر یہ ایک ہودی بن جائے گی اب معتکف اس پلاسٹک پر مسجد کے آخری کنارے کے قریب بیٹھ جائے اپنی پشت مسجد سے باہر کی طرف کرلے منہ مسجد کے اندر کی طرف رکھے اور پانی کی بالٹی اپنے سامنے رکھ لے اور نہائے اس طرح اکثر پانی مسجد سے باہر گرے گا اور کچھ گرے گا تو وہ پلاسٹک پر گرے گا۔ مسجد کا فرش ملوث نہ ہوگا اور غسل کے بعد پلاسٹک صاف کر کے اٹھالیں اس طرح مسجد میں رہتے ہوئے غسل کرنا اور بار بار غسل کرنا بلاشبہ جائز ہے اس سے اعتکاف میں کچھ خلل نہیں آتا غسل جمعہ بھی اسی طرح کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: ـــــ غسل جمعہ کے لئے بھی معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے البتہ جمعہ سے قبل ضرورت شرعیہ و طبعیہ مثلاً جمعہ پڑھنے یا پیشاب پاخانے کے لئے باہر گیا تو واپسی میں غسلِ جمعہ کر سکتا ہے جلدی غسل سے فارغ ہو کر مسجد آجائے۔ کیونکہ غسلِ جمعہ مسنون اور عبادت ہے اور ایسی صورت میں ہر عبادت ادا کی جا سکتی ہے (امداد الفتاوٰی)

لیکن اوپر ذکر کی ہوئی تدبیر کے مطابق غسل جمعہ مسجد ہی میں کرلینا زیادہ بہتر اور احتیاط کی بات ہے۔

معتکف کے وضو کرنے کا حکم

مسئلہ: ـــــ معتکف کو ہر نماز کے لئے فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو، نفل ہو، تلاوت قرآن کرنا ہو، سجدۂ تلاوت کرنا ہو قضا نماز ادا کرنی ہو، ان سب کے لئے جس وقت چاہے وضو کرنے کے لئے باہر چلے جانا جائز ہے کیونکہ ان سب کے لئے وضو کرنا شرط ہے البتہ جس وقت وضو کرنا شرط نہ ہو بلکہ مستحب ہو جیسے وضو پر وضو کرنا یا ذکر الٰہی کرنا ہو تو وضو کرنے کے لئے باہر نہ جائے باہر سے مراد وہ جگہ بھی ہے جہاں مسجد میں وضو کیا کرتے ہیں (بحر الرائق و شامی)

مسئلہ :۔۔۔۔ معتکف کا بدن یا کپڑے ناپاک ہو جائیں تو خود بھی مسجد سے باہر جا کر دھو سکتا ہے کیونکہ ناپاکی اور ناپاک چیز سے مسجد کو بچانا واجب ہے (شامی)

مسئلہ :۔۔۔۔ مسجد میں وضو کا پانی ختم ہو گیا ہو تو جہاں سے جلدی لا سکتا ہو وہاں جا کر پانی لا سکتا ہے اور اگر گھر جانا پڑے تو وہاں بھی جانا جائز ہے خواہ وہیں وضو کر کے آجائے یا مسجد میں آکر نالی پر وضو کر لے درمیان میں کہیں بلا ضرورت توقف نہ کرے (جامع الرموز)

اعتکافِ مسنون کی قضاء کرنے کا طریقہ

اس سلسلے میں سب سے پہلے امداد الفتاویٰ رشیدیہ سے کچھ سوال و جواب نقل کرتا ہوں پھر مسائل ذکر کروں گا۔

سوال :۔۔۔۔ عشرۂ اخیرہ رمضان کے مسنون اعتکاف میں جمعہ کے لئے یا تبرید (یعنی ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے) غسل کرنے کی غرض سے خروج عن المسجد (مسجد سے نکلنا) مفسد اعتکاف ہے یا متمم یا جائز غیر مفسد اور خروج عن المسجد سے مراد احاطۂ مسجد ہے یا وہ حصہ جو نماز کے لئے مسجد کے حکم میں ہے یا کیا؟

جواب :۔۔۔۔ جس روز کا اعتکاف شروع ہو گیا ہے اس کے لئے مفسد ہے بقیہ ایام کے لئے منہی اور متمم البتہ مندوب کے لئے مجموعہ کا بھی مفسد ہے اور مسجد وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے نہ کہ کل احاطۂ مسجد (امداد الفتاویٰ)

سوال :۔۔۔۔ اگر بوجہ ناواقفیت کے نہایا ہو تو اس کا اعتکاف ہوا یا نہیں؟

جواب :۔۔۔۔ جتنے دن ایسا کیا اتنے دن کے اعتکاف کی قضا کرے (امداد الفتاویٰ)

سوال :۔۔۔۔ اگر اکیسویں دن اعتکاف کیا بعدہٗ کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو گیا تو روز دویم سویم پھر لینے سے اعتکاف رمضان میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب :۔۔۔۔ اعتکاف مسنون میں جس روز اعتکاف فاسد کیا ہے اسی ایک دن کی قضا واجب ہوتی ہے پھر اگر رمضان کے ابھی کچھ ایام باقی ہیں ان میں اس کی قضا کی نیت کر کے اعتکاف کرے تو بھی درست ہے یا عید الفطر کے بعد شش عید کے نفل روزوں کے ساتھ اس ایک روز کا اعتکاف کر لے ورنہ جب موقع ہو ایک نفلی روزہ رکھ کر اس ایک دن کے اعتکاف کی قضا کرے (رد المحتار)

مسئلہ :۔۔۔۔ فقہاء کرامؒ کی مختلف عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کی نیت سے اعتکاف میں بیٹھ جاتا ہے پھر وہ دو تین روزے گزرنے کے بعد کسی بہت شدید مجبوری کی بناء پر وہ یہ نیت کرتا ہے کہ آج کے دن کا اعتکاف پورا کر کے مغرب کے بعد گھر چلا جائے گا یعنی اگلے دن کے اعتکاف کی نفی کر دیتا ہے کہ اگلے دن مجھے اعتکاف نہیں کرنا ہے تو اس کا مسنون اعتکاف ختم ہو کر نفلی اعتکاف ہو جائے گا اور چلے جانے سے اس پر کوئی قضا لازم نہیں آئے گی۔ کیونکہ اس نے شروع کر کے اعتکاف کو نہیں توڑا بلکہ ختم کر لیا۔ ہاں ختم کرنے کی نیت نہیں کی، بلکہ غروب آفتاب کے بعد اگلے روز کا اعتکاف شروع ہو جانے کے بعد اسی رات یا دن کے درمیان میں چلا جائے گا تو اس دن کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اس ایک دن کی قضا کرنی لازم ہو گی۔

(رد المحتار، شامی)

معتکف کیلئے مختصر دستور العمل

معتکف کو درج ذیل دستور العمل کی پابندی کرنی چاہیئے، کیونکہ وہ دربارِ خداوندی میں اسی مقصد کے

کے لئے حاضر ہوا ہے اس کا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے۔

(۱) مغرب کی نماز کے بعد کم از کم چھ رکعت نفل اور زیادہ سے زیادہ بیس ۲۰ رکعت نفل اوابین ادا کریں پھر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر بدن پر دم کرلیں، اس کے بعد مختصر طعام اور مختصر آرام کریں پھر نماز عشاء کی تیاری اور صفِ اول اور تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام کریں۔

(۲) عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہو کر علم دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے کسی مستند اور معتبر دینی کتاب کا مطالعہ کریں یا کسی مستند معتبر عالم دین کے درس میں شرکت کریں اگر ایسا درس ہوتا ہو۔ نیز شب قدر میں مطالعہ سے فارغ ہو کر جب تک طبیعت میں بشاشت رہے ذکر و تلاوت اور نوافل میں مشغول رہیں اور جب سونے کو دل چاہے تو پوری طرح سنت کے مطابق قبلہ رو ہو کر (اگر ممکن ہو) سو جائیں۔

(۳) آجکل موسم گرما کے لحاظ سے صبح تین بجے خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔ طبعی ضروریات سے فارغ ہو کر سنت کے مطابق وضو کرلیں اور تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو اور تہجد کی نفلیں ادا کریں اور نوافل سے فارغ ہو کر کچھ دیر خاموشی سے ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں۔ پھر خاموشی سے خوب رو رو کر اپنے جملہ مقاصدِ حسنہ اور فلاحِ دارین کی دعا مانگیں۔

(۴) صبح صادق سے کوئی پون گھنٹہ پہلے سحری کھائیں اور سحری سے فارغ ہو کر نماز فجر کی تیاری کریں، صفِ اول اور تکبیر اولیٰ کا خیال رکھیں جب تک نماز کے انتظار میں رہیں استغفار کرتے رہیں۔

(۵) نماز فجر سے فارغ ہو کر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر پورے جسم پر دم کریں اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھیں۔

(۶) اشراق کے وقت کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نفل ادا کریں، پھر آرام کریں اور چاشت کے وقت بیدار ہو کر کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت نفل چاشت کی ادا کریں اور جتنا ہو سکے صحیح تلفظ کیساتھ کلام پاک کی تلاوت کریں۔

(۷) جب زوال ہو جائے تو چار رکعت نفل سنن زوال ادا کریں اور نماز ظہر کے انتظار میں صفِ اوّل میں بیٹھیں اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کریں۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر صلوٰۃ التسبیح پڑھیں اور تلاوت کریں پھر اگر کچھ تھکن محسوس ہو تو کچھ آرام کرلیں۔

(۸) نمازِ عصر سے کوئی آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہو جائیں وضو کر کے تحیۃ الوضو اور دیگر نوافل پڑھکر نمازِ عصر کا انتظار کریں اور اس سے فارغ ہو کر مختصر تلاوت کریں پھر وہ تسبیحات ادا کریں جن کا ذکر نمبر ۵ میں گزرا۔ پھر ہمہ تن دعا میں مشغول رہیں یہ وقت نہایت گرانقدر ہے اس کو افطاری کی تیاری میں ضائع نہ ہونے دیں۔

(۹) جو باتیں حالت اعتکاف میں مکروہ اور منع ہیں ان سے مکمل طور پر اجتناب کریں، جن کی تفصیل اعتکاف کے مکروہات میں گزر چکی ہے اس کا دوبارہ غور سے مطالعہ کریں۔

(۱۰) معتکف پر لازم ہے کہ صفِ اول میں خود آ کر بیٹھے، خود کہیں اور ہو اور تولیہ اور چادر وغیرہ بے جگہ رکھے رکھے ایسا نہ کرے اور اپنے ہر قول و فعل، نشست و برخاست اور طرزِ عمل سے دوسرے معتکفین اور نمازیوں کو تکلیف پہنچنے سے بچانے کا اہتمام رکھے اور اپنی صفائی کا بھی خاص خیال رکھے اور مسجد کی صفائی کا بھی بہت اہتمام رکھے اپنی اور دیگر احباب و متعلقین کی عفو و مغفرت کی سر توڑ کوشش کرے امیدوارِ رحمت رہے مایوسی کو ہرگز راہ نہ دے۔

موجودہ "غلو" (EXCESS) کے پیدائش کے اسباب

"غلو" (EXCESS) موجودہ دور کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ یہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے اور اس کی پیدائش کے اسباب جب بھی وجود میں آئیں گے، اور اس کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے گا، تو یہ نشو نما پائیگا، اور بڑھتا چلا جائیگا۔

ہمارے موجودہ دور میں "غلو" (EXCESS) کے ظاہر ہونے اور بعض حالات میں سنگین صورت اختیار کرنے کے مندرجہ ذیل اہم اسباب ہیں۔

(۱) اسلام سے اجنبیت (ALIENATION)

اسلام اپنے ماننے والوں اور اپنے علاقوں میں اجنبی بن کر رہ گیا ہے، اور مسلمانوں کے بعض علاقوں میں علانیہ اور کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر، بیدینی اور لادینیت کی دعوت دی جارہی ہے، بعض صحافی اور مفکرین نے صرف اس دعوت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلیا ہے، اور امت مسلمہ میں اجنبیت اور ناواقفیت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ بعض لوگ علمی فرائض جن کا تعلق اسلام سے کبھی جدا نہیں ہوسکتا، ان سے بڑھ کر ارکان دین اور شعائر اسلام سے بھی ناواقفیت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

اس اجنبیت اور ناواقفیت میں انتہا کو پہنچنے کے نتائج بہت نقصان دہ اور خطرناک ہیں، اور بعض اوقات مسلمان اس اجنبیت (ALIENATION) کو آگے بڑھانے اور اس کو

مضبوط کرنے میں سامراج سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں، اور اسلام کو صرف چند خاص افعال کرنے کی حد تک محدود کرنے کا عمل عوام اور حکام سب میں پھیل چکا ہے، اور اسلام سے اجنبیت کا احساس بالکل مٹ چکا ہے، لہٰذا وہ شخص جو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم ہے، اور اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہے، وہ اپنی تہذیب پھیلانے اور اپنا ماحول وا ثر قائم کرنے پر قادر نہیں ہے اور جب وہ اخبار پڑھتا ہے، یا کسی رسالہ کا مطالعہ کرتا ہے، یا وہ ریڈیو سے موجودہ حالات کی خبریں سُنتا ہے، یا ٹیلیویژن پر آجکل کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے، تو وہ موجودہ حالات اور جس دین وشریعت اور عقیدہ پر وہ مضبوطی سے جما ہوا ہے، ان کے درمیان بہت بڑا اخلا (REMOTENESS) محسوس کرتا ہے۔

بلاشبہ یہ انتہائی اجنبیت، بالخصوص جبکہ اس میں ڈھٹائی بھی شامل ہو چکی ہو، عملی ارتداد کا سبب ہوتی ہے، اور یہ اجنبیت دیگر مخالف خیالات اور رجحانات کی ہم شکل اور انہی جیسی ہوتی ہے، بلکہ بسا اوقات اس سے زیادہ شدید اور ناگوار ہو جاتی ہے، ہاں! کبھی اس دینی اجنبیت سے فوری طور پر تو عملی ارتداد رونما نہیں ہوتا، لیکن اس میں غلو اور شدت کا احتمال دوسری شکلوں میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

(۲) موجودہ عالمِ اسلام کی صورتِ حال

عالمِ اسلام کی موجودہ صورتِ حال ہر اعتبار سے تکلیف دہ ہے، بالخصوص ان باتوں کی وجہ سے جو پے در پے عالمِ اسلام کو ان مختلف شکستوں کی وجہ سے پیش آئی ہیں، ان واقعات میں اسرائیلی یہودی دشمنوں کے مقابلے کے نتائج زیادہ افسوسناک ہیں، اور اجتماعی انصاف، مشاورت، اور اظہار رائے کی آزادی جیسے مختلف نمایاں اسلامی امتیازات کا الٹا تصور قائم ہو جانا بھی موجودہ تکلیف دہ صورتِ حال کا ایک سبب ہے، ان سب باتوں نے ایسے عناصر کو جنم دیا ہے، جو اسلامی نظامِ سیاست کے متبادل دوسرے کسی نظام کی اہمیت پیدا کریں، اور اس موضوع پر نظر وفکر اور اجتہاد کے اختلاف کو جنم دیا ہے، چنانچہ بعض لوگ تو ایک معتدل اصلاحی طریقہ کار کے علم بردار ہیں، جس سے موجودہ انتشار کو دور کیا جا سکے، اور بعض انتہا پسند ایسے ہیں جو موجودہ طریقہ کار کی بالکل تبدیلی کے قائل ہیں۔

اسی طرح مختلف تنظیموں کا ردعمل ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں، بعض تنظیموں نے ٹکراؤ اور ناگوار تصادم میں پوری کوشش کی ہے، اور ان کے عملی تجربات نے انقلاب اور تصادم کو پسند کرنے والوں اور انتہا پسندوں کے نظریہ میں جان ڈال دی ہے۔

(۳) علمِ شرعی کی کمی

ہمارے عالمِ اسلام میں آجکل علم کی کثرت، اور اسکی مختلف شعبوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے، اور تنخواہ و وظیفہ کا دارومدار ڈگری (DEGREE) پر ہونے کی وجہ سے کسی خاص سبجکٹ میں تخصص (SPECIALIZAITION) کرنے کو ضروری سمجھ لیا ہے، اور اس بنا پر وہ لوگ دوسرے شرعی علوم کے حصول کے لئے اس دائرہ سے باہر نہیں نکلتے، اور جب تک ایک مسلمان

پرارکان اسلام کا اداکرنا ضروری ہے، اور انکی ادائیگی کا مطالبہ ہے، اس وقت تک ان ارکان کے بارے میں تمام مسائل، اوران کے اداکرنے کا صحیح طریقہ کا علم حاصل کرنا اس پر فرض وواجب ہے جبکہ کسی خاص علم میں تخصص (SPECIALIZAITION) کرنے کی وجہ سے وہ ارکان اسلام کے علم کے حصول سے بے نیاز (UNCONCERNED) نہیں ہوسکتا، جیسے کوئی شخص میڈیکل (MEDICAL) میں تخصص (SPECIALIZAITION) کرکے ڈاکٹر (DOCTOR) بن جائے، یا انجینیرنگ (ENGINEERING) میں تخصص کرکے انجینیر (ENGINEER) بن جائے، یا ان کے علاوہ کسی اور علم وفن میں تخصص کرلے تواس کی وجہ سے وہ اسلام کے بنیادی ارکان مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے علم سے دست بردار اور بے نیاز نہیں ہوسکتا، لہٰذا کسی مسلمان کے لئے بھی ان ارکان وواجبات کی شرائط اور حدود واوصاف سے ناواقف رہنا مناسب نہیں، اوران ارکان اسلام کا اس قدر علم، جس کے ذریعہ وہ رکن صحیح طریقے سے ادا ہوجائے، ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اور اس کے علاوہ ان ارکان اسلام کی فقہی جزئیات میں غور کرنا، اوران ارکان کے علم میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے لئے تخصص (SPECIALIZAITION) کرنا بھی ضروری ہے، اور اپنے اوقات کو فارغ کئے بغیر اوران اسلامی علوم میں تخصص کئے بغیر مہارت تامہ حاصل ہونا ممکن نہیں، اوراسلامی علوم سے مراد وہ علوم ہیں جن کی بنیاد قرآن کریم، احادیث نبویہ، اجماع اور قیاس ہے۔

اور علم شرعی کی کمی بعض جماعتوں کو ایسے اجتہاد (DILIGENCE) کی طرف لیجاتی ہے۔ جس میں وہ جماعت بغیر علم اور رہبری اور رہنمائی کے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے تفسیر وتاویل کرکے حد سے تجاوز کرجاتی ہیں، جس کے نتیجے میں بعض دیندار لوگوں میں اصولِ اسلامی کی تشریح وتعبیر کے سلسلے میں خود اعتمادی کا رجحان پیدا ہوتا جارہاہے، اور اصولِ اسلامی کو سمجھنے کے لئے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنیکا احساس ختم ہوتا جارہاہے۔

(۴) دین کی خصوصی نشر واشاعت کی کمی

"غلو" کے بڑھنے اوراس کے سنگین اور خطرناک صورت اختیار کرنے کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے، جس کے ذریعہ ہم "غلو" کو ابتداءً ہی اس کی پیدائش کے وقت اس کو روک سکیں، اوراس کی حدبندی کرسکیں، دین کی تبلیغ واشاعت مفقود ہے، جو متعدد ذرائع مثلاً: خطابات وتقاریر، پرسکون اور سنجیدہ بحث ومباحثہ اور گفتگو، اخبار کی رہنمائی اور ریڈیو ٹیلیویژن سے صحیح اور بیدار کرنے والی باتوں کی نشریات کی ذریعہ ہوسکتی تھی، بلکہ بعض شہروں میں تو وہ رہنمائی، جس سے دیندار طبقے کو "غلو" سے دور رکھنے کا ذریعہ بنایا گیا تھا، اب وہ رہنمائی ان دینداروں اور دوسرے علماء کے درمیان فاصلہ اور دوری کا سبب بن گئی ہے اوراعتماد کے فقدان نے اس فاصلے کو اور زیادہ طویل کردیاہے۔

ان مذکورہ بالا اسباب کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ایسے ہیں، جو "غلو" کی پرورش کرتے ہیں، اوراس کو آگے بڑھاتے ہیں، اور ترقی دیتے ہیں، اوراس کو مضبوط

کرتے ہیں، مثلاً: اسباب کی کمی، اجناس وانواع کی کثرت، آبادی کا اضافہ، اور حدود شہر کا پھیلاؤ وغیرہ۔

"غلو" (EXCESS) کے علاج کے طریقے

"غلو" کے وہ اسباب جو ہم نے اوپر ذکر کئے ہیں، ان اسباب کا ازالہ ہی ان کا علاج ہے، اس کے علاج کا پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ بے دینی کے بھڑکتے ہوئے انتہا پسندانہ طرز عمل کو ختم کیا جائے، اور کم از کم احساسات وجذبات کی حد تک ایک مسلمان کی سوچ میں تبدیلی لائی جائے۔

لہٰذا اس بڑھتی ہوئی بے دینی کے تفصیلی جائزہ لینے کی ضرورت ہے، کیونکہ بے دینی کے مقابلے میں دین کو پیش کرنے کے لئے یہی ایک راجح طریقہ ہے، اور جب تک بے دینی کے اس غلو کا اس طریقہ سے علاج نہ کیا گیا تو وہ تمام کوششیں جو دین میں ظاہری غلو کے خاتمے کے لئے کی جارہی ہیں، بیکار اور رائیگاں چلی جائیں گی۔

دوسرے یہ کہ ہر ملک اپنے اداروں کی مدد سے مسلم معاشرہ کے قیام کی تمناؤں کو پورا کرے، اور نفاذ شریعت میں ترتیب قائم کرنا دو طریقوں سے ضروری ہے۔

(۱) موجودہ دور میں اسلام کو اپنانے اور اس کو ترقی دینے کی جو فضا پوری دنیا میں پھیل گئی ہے اس سے کوئی شخص بھی ناواقف نہیں ہے، یہ ایسی چیز ہے، جس نے عالم اسلام کے مختلف خطوں میں پھیلی ہوئی فکری اور اجتماعی تحریکات میں اپنا اثر ڈالا ہے، لہٰذا اسلام کی ترقی کی اس لہر کو اور زیادہ مؤثر بنانا چاہیئے۔

(۲) تمام ابھرتی ہوئی اور نئی جماعتوں پر پابندی لگادی جائے، تاکہ اسلام کی ترقی اور اس کے عملی زندگی میں اپنانے کی فوائد کو اطمینان، تسلی اور باریک بینی سے سمجھایا جاسکے، اور یہ پابندی اچانک پیدا ہونے والے ہنگاموں اور فسادات کو بند کردیگی، اور ہر جدید تشریح وتاویل اور ٹال مٹول کے الزامات کو دور کریگی۔

(۳) باہمی گفت وشنید کے مواقع!

مذاکرات اور باہمی گفت وشنید پر پورا اعتماد کرنا، اور اسکے ذریعہ باہمی اختلافات اور شکوک وشبہات کو ختم کرنا ضروری ہے، یہ ایک ایسا طریقہ ہے جس کو پیش نظر رکھنا اور اس پر مضبوطی سے عمل کرنا ضروری ہے۔

امت مسلمہ کی تاریخ کے مطالعہ اور ذاتی تجربات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بنوامیہ کی حکومت نے خوارج کے استیصال اور خاتمہ کے لئے تشدد اور سختی کا راستہ اختیار کیا تھا، اس خیال سے کہ ان کے علاج کا بس یہی ایک راستہ ہے۔

لیکن اس تشدد اور سختی کے نتیجے میں معاملہ اور سنگین ہوگیا، اور خوارج اور امویین کے درمیان جنگیں اور لڑائیاں شروع ہوگئیں، اگر بنو امیہ بھی وہی طرز اختیار کرتے، جس کو خوارج کے معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا، یعنی ان کے ساتھ باہمی گفت و شنید، تو بہت سے فتنوں اور لڑائیوں سے محفوظ ہوجاتے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے ساتھ باہمی گفت و شنید کا یہ بہترین فائدہ اور نتیجہ سامنے آیا کہ صرف چند روز کی گفت و شنید کے بعد خوارج کے ۱۲ ہزار افراد کٹ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوگئے، اور اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طریقہ کو آزمایا، جس کے نتیجے میں ان کا زمانہ خلافت خوارج کی سرگرمی کے لئے ایک بڑے پرسکون زمانہ ہونے کی شہادت دیتا ہے، یہ اس لئے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صرف گفت و شنید اور بات چیت ہی کے طرز کو دوسرے طریقوں پر فوقیت دیتے تھے۔

اور تشدد اور سختی کا نتیجہ مقابل کی طرف سے بھی تشدد اور سختی کی صورت میں سامنے آتا ہے چنانچہ بعض اسلامی ممالک میں اس قسم کے تازہ تجربات ہمارے سامنے ہیں، جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں، کہ تشدد اور سختی کے بجائے گفت و شنید کا راستہ ہر لحاظ سے بہتر اور مفید ہوتا ہے۔

☆ ☆ ☆

ہر بچہ کی حفاظت و سہولت کیلئے ایک نہایت معتبر جنتی تعویذ

محدثِ اعظم علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف کثیرہ و تفسیر درِ منثور وغیرہ نے اپنی کتاب "کفایۃ الطالب اللبیب فی خصائص الحبیب" جلد ا ص ۴۸ پر درج کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے یہ حدیث حضرت بریدہ اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا کہ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ) نے خواب میں دیکھا کہ انہیں کہا گیا کہ آپ کو حمل ہوا ہے ساری مخلوق سے بہترین اور کل جہانوں کے سردار جب وہ آپ سے پیدا ہوں تو آپ ان کا نام " احمد و محمد " رکھیں اور ان پر یہ تعویذ لگادیں، جب جاگ اٹھیں تو دیکھا اُن کے سرہانے کے قریب ایک سونے کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا جس پر یہ تعویذ لکھا تھا (اُس وقت سونے کا رکھنا حرام نہ تھا) جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ (حجر اسود) جنت سے سفید پتھر نازل ہوا تھا۔ لوگوں کے گناہوں نے اس کو سیاہ کردیا۔ معلوم ہوا کہ جنتی پتھر میں گناہوں کو جذب کرنے کا خاصہ تھا اور یوسف علیہ السلام نے جنت کا قمیص جب والد صاحب کے منہ پر لگوایا تو وہ بینا ہوگئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ کا مینڈھا جنت سے آیا تھا اس کے سینگ کعبہ شریف میں مدتوں رکھے رہے آپ بھی اس جنتی تعویذ کی برکتیں حاصل کریں۔ (اپنے پتہ کا ڈاک لفافہ اور خرچہ اشاعت میں ایک روپیہ کا ٹکٹ بھیجکر منگالیں)۔ (مفتی) جمیل احمد تھانوی (مدظلہم) جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، لاہور۔ پاکستان۔

اشرف الاحکام
حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے
ملفوظات طیبات و مواعظ حسنہ کے بحرِ
بیکراں ذخیرہ سے ان گراں قدر ملفوظات کا یکجا انتخاب جن احکام و مسائل مذکور ہیں۔
قیمت پانچ حصص ۲۴/- روپے
اشرف الامثال ۶/- روپے
تہذیب الاخلاق ۱۰/- روپے
اشرف الملفوظات فی مرض الوفات ۲۰/۵ روپے
معارف و مسائل رمضان ۵/- روپے
۲۸ روپے
اشرف الکلام فی احادیث خیر الانام ۶/- روپے
اخلاق ذمیمہ اوران کا علاج ۱۰/- روپے
الکلام الحسن ۱۰/- روپے
خدمت والدین اور تربیت اولاد ۲۰/۷۵ روپے
معارف الاکابر ۳/۷۵ - آداب اسلام ۳/۵۰ روپے
ادارہ تالیفات اشرفیہ ٹبہ شرقی نزد مسجد فردوس ہارون آباد ضلع بہاولنگر

ترتیب :- محمد اقبال قریشی
(ہارون آباد)

ماہِ رمضان المبارک

مجاہدہ کا مہینہ

افادات :- حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

مجاہدہ نام ہے مخالفت نفس کا ۔ صوفیاً کرام جن کو عبادت کے ارکان اربعہ قرار دیتے ہیں وہ یہ ہیں ۔
قلت طعام ، قلت الکلام ، قلت المنام اور قلت الاختلاط مع الانام وغیرہ ۔
روزہ کی حکمت تقلیل طعام ہے ۔ کسی کو شاید شبہ ہو کہ جب سحری میں ٹھونس کر کھالیا تو روزہ میں کیا مجاہدہ ہوا ۔ میں کہتا ہوں کہ افسوس تم اپنے نفس کی حالت سے بھی غافل ہو ۔ نفس کو اپنی عادت کے بدلنے سے تکلیف ہوتی ہے ۔ چناں چہ تجربہ شاہد ہے کہ سحری میں آپ کتنا ہی کھالیں دوپہر کو اپنے وقت پر بھوک کا تقاضا ضرور ہوتا ہے اور روزہ کی وجہ سے کھا نہیں سکتے تو نفس کو کلفت ہوتی ہے یہی شرعی مجاہدہ ہے ۔
چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ رمضان کے آخری حصہ میں ہر شخص (خواہ وہ سحری میں کتنا ہی پیٹ بھر کر کھانے والے ہوں) کے چہرہ سے ضعف کے آثار مترشح ہوتے ہیں ۔
دوسری عبادت اس ماہ رمضان المبارک کی تلاوت قرآن ہے کیوں کہ یہ نزول قرآن کا (گویا قرآن پاک کی سالگرہ کا مہینہ ہے) پس کثرتِ تلاوتِ کلام پاک کے لئے تقلیل کلام لازم ہے گویا جو شخص کثرت تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوگا ۔ وہ زیادہ فضول گوئی کیسے کرسکے گا ۔
نیز حدیث شریف میں ہے :- مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ :- یعنی جو شخص روزہ میں باطل بولنا اور برا کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کچھ

ے تقلیل الطعام ے روح الجوار صـ۱۲۲ ے تقلیل الطعام صـ۱۷ ،ص ۴ ے تقلیل الطعام صـ۵۱

حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے، غرض جھوٹ، فحش گوئی، چغلی، غیبت وغیرہ سے بچنے کے لئے تقلیل کلام ضروری ہے یعنی سوچ سوچ کر کلام کرے کہ یہ بات فضول لایعنی اور گناہ میں تو شامل نہیں۔ اس طرح اسے ان شاء اللہ تقلیل کلام کی عادت پڑ جائے گی۔

تیسری عبادت اس ماہ مبارک کی تراویح ہے۔ جس کی روح تقلیل منام ہے۔ شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا کام لیا۔ کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو جاتے ہیں تو نیند کے وقت میں تراویح کا امر کر کے عادت کو بدل دیا۔ جس سے نفس کو گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے۔

پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد نیند دیر میں آتی ہے اس طرح بھی تقلیل منام حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز اگر کوئی شخص پہلے ہی سے دیر سے سونے کا عادی ہو تو مجاہدہ کا ثمرہ اسے بھی اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں۔ مگر تقلید کے ساتھ فوراً گرانی شروع ہو جاتی ہے اور ایک ایک منٹ گراں گزرتا ہے اسی تقلید کا نام مجاہدہ ہے۔

نیز چونکہ سحری کرنا مسنون اور موجب برکت ہے اور ہر روزہ دار کو سحری کے لئے لازمی اٹھنا پڑتا ہے اس طرح اسے تہجد کے نوافل پڑھنے کی بھی سعادت حاصل ہوتی ہے اس طرح ہر روزہ دار کو تقلیل منام کا مجاہدہ از خود حاصل ہو جاتا ہے نیز شب قدر کی تلاش میں بھی تقلیل منام کا مجاہدہ ہے چوتھی عبادت آخر رمضان کی اعتکاف ہے جس کی روح تقلیل اختلاط مع الانام ہے یہ ریاضت جلوت و خلوت دونوں کو جامع ہے جلوت تو اس طرح کہ یہ شخص پانچوں وقت نمازیوں سے ملتا ہے اور خلوت اس طرح کہ اختلاط سے محفوظ رہتا ہے کیوں کہ دوست احباب بھی گھر پر ہی آتے ہیں مسجد میں لوگ نماز کے بعد ٹھہرتے ہی نہیں۔ اس طرح معتکف کا وقت باتوں میں برباد نہیں ہوتا اور وہ کثرت کلام کے غوائل سے محفوظ رہتا ہے اور اسے ذکر و فکر اور نماز و تلاش شب قدر کے لئے بہت وقت ملتا ہے۔

مجاہدہ میں تکمیل کے لئے تجلیہ اور تحلیہ کراتے ہیں۔ جیسے برتن کی جب تکمیل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کا میل کچیل صاف کریں گے جس کا تجلیہ ہے پھر اس پر قلعی یا دوسرا کام کرتے ہیں جس کا تحلیہ ہے۔

عادۃً تجلیہ مقدم ہوتا ہے تحلیہ سے کیوں بغیر تجلیہ کئے تحلیہ ناقص رہتا ہے جیسے کوئی بغیر برتن کا میل صاف کئے اس پر قلعی کر دے۔

اسی طرح صوفیائے کرامؒ تجلیہ اور تحلیہ مریدین کا کرتے ہیں پہلے ان سے اخلاق رذیلہ دور کر کے اخلاق حسنہ کا ان پر رنگ چڑھاتے ہیں۔ متقدمین صوفیا میں پہلے اس کا اختلاف تھا کہ بعض تجلیہ کو مقدم کراتے بعض تحلیہ کو۔ دور حاضر کے محققین اب تجلیہ اور تحلیہ ساتھ ساتھ کراتے ہیں یعنی اخلاق رذیلہ کے ازالہ و اماله کے ساتھ ساتھ تدابیر کراتے ہیں اور ساتھ ساتھ کچھ اوراد و وظائف، ذکر کے ساتھ ساتھ تعلیم کرتے ہیں۔ البتہ حضرت حکیم الامت مرشد تھانوی قدس سرہ کے طریق میں تجلیہ (فکر اصلاح نفس) پر ذکر اذکار کی نسبت زیادہ زور دیتے ہیں سبحان اللہ! رمضان المبارک میں یہ مجاہدہ بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہے روزہ میں (مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ) کے مطابق اخلاق رذیلہ اور معاصی سے بچنے پر زور دیا جاتا ہے۔ تراویح میں ختم قرآن، تلاوت قرآن اور نماز تہجد سے تحلیہ کیا جاتا ہے۔

سبحان اللہ! جو بات محققین نے عرصہ دراز کے بعد طے کی ہے شریعت مقدسہ نے اس کو پہلے ہی طے کر دیا۔ مگر اس پر کسی کی نظر نہیں پہنچی کہ مجاہدہ کی صورت وہ تجویز کی کہ تخلیہ کے ساتھ ساتھ تحلیہ ہوتا ہے۔ (ماخوذ: معارف و مسائل ص ۱۷۸-۱۸۰)

(تبصرہ کیلئے دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

نام کتاب :- فرامین نبوی

مصنف :- امام ابو جعفر دیبلی (سندھی)

ترجمہ و شرح : مولانا محمد عبدالشہید نعمانی - قیمت : ۱۸ روپے - صفحات : ۱۶۰

ناشر : الرحیم اکیڈمی - اے - ۷/۷ - اعظم نگر پوسٹ آفس - لیاقت آباد - کراچی ۱۹

کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں کہ اسے بارگاہ الٰہی سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی طور بھی خدمت کی توفیق نصیب ہو جائے۔ اسی لئے علمائے امت نے احادیث کی خدمت، حفاظت اور اشاعت پر اس قدر وسیع، ہمہ گیر، مختلف النوع اور جامع کام کیا ہے کہ اس کی نظیر انسانی علوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خطوط اور فرامین جو آپ نے مختلف صحابہ افراد اور رؤسائے قبائل کے نام لکھے، اکثر تاریخ، حدیث اور سیر کی کتابوں میں منتشر طور پر پائے جاتے ہیں، تیسری صدی ہجری میں سندھ کے ایک فرزند مشہور محدث امام ابو جعفر دیبلی ان کو سب سے پہلے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خطوط اور فرامین کو یکجا کیا۔ اور بلاشبہ اب تک کی پائی جانے والی شہادتوں کے مطابق اس کتاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط و مکاتیب کا پہلا مستقل مجموعہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

یہ کتاب عربی زبان میں تھی، جس کی بناء پر اردو داں طبقے کے لئے اس سے استفادہ ممکن نہ تھا، پروفیسر مولانا عبدالشہید نعمانی صاحب (استاد عربی جامعہ کراچی) نے نہ صرف اس کا اردو ترجمہ کیا ہے بلکہ نہایت عرق ریزی سے اس پر اعلیٰ تحقیقی کام کیا ہے، جس کی بناء پر یہ کتاب مکاتیب النبوی کے موضوع پر لکھی جانے والی صف اول کی کتابوں میں شامل کی جانے کی مستحق ہے۔

فاضل مترجم نے ہر خط کے اصل متن کے لئے بڑی محنت اور جستجو سے کام لیا ہے اس کے لئے انہوں نے احادیث، سیر، تاریخ رجال اور لغت وغیرہ کی سینکڑوں کتابیں کھنگالی ہیں۔ اس کے بعد خط کی حقیقی اور صحیح عبارت اور اس کا مضمون واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مشہور مستشرقین اور محققین کی جن تحریفات اور تصحیفات کی نشاندہی کی ہے وہ بجائے خود نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز ہیں۔

خطوط کی شرح میں فاضل مترجم نے مکتوب الیہ اور کاتب خط کا مختصر تعارف کرایا ہے۔ زمانہ مکتوب پر بحث کی ہے اور مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کے علاوہ خطوط سے متعلق رجال مواضع اور بلدان پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مقدمہ میں فاضل مترجم نے مصنف کے مختصر حالات زندگی لکھنے کے بعد مکتوبات نبوی کی جمع و تدوین کی تاریخ پر طویل بحث کی ہے جس نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

الرحیم اکیڈمی نے اس کتاب کو دیدہ زیب کتابت، عمدہ کاغذ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتاب اہل علم حضرات کے علاوہ عام قارئین کے لئے بھی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔

(م۔ع۔م)

نام کتاب :۔ **شرح نخبۃ الفکر**

مصنف :۔ علامہ حافظ احمد بن علی المعروف بابن حجر العسقلانیؒ

محشی :۔ مولانا محمد عبداللہ ٹونکی رح ۔ قیمت : ۱۸ روپے ۔

ناشر :۔ الرحیم اکیڈمی ۔ اے ۔ ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

جس شخص کو علم حدیث سے ادنیٰ بھی تعلق رہا ہے وہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بخوبی آشنا ہے، محدثین میں انہیں جو مقام حاصل ہے اور علم حدیث میں ان کی جو خدمات ہیں دنیائے علم میں بہت کم لوگ وہاں تک پہنچ سکے ہیں۔

نخبۃ الفکر، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا اصول حدیث پر تحریر کردہ مختصر سا رسالہ، جس کی شرح خود انہوں نے "نزھۃ النظر" کے نام سے لکھی ہے یہ متن اور شرح درس نظامی میں اصول حدیث پر پڑھائی جانے والی کتابوں میں شامل ہیں۔

اب تک یہ کتاب مختلف انداز میں شائع ہوتی رہی ہے "الرحیم اکیڈمی" نے اسے بعض نئی خصوصیات کے ساتھ شائع کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ زیر تبصرہ

نسخہ کی تین بڑی بڑی خصوصیات ہیں ۔

(۱) نخبۃ الفکر کا اصل متن علیحدہ سے کتاب کے شروع میں ٹائپ میں چھاپ دیا گیا ہے اس طرح شرح سے استفادہ بہت آسان ہوگیا ہے ۔ کیونکہ بسا اوقات شرح کے ذیل میں اصل متن کے جملے کئی صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے استفادہ بہت مشکل ہوجاتا ہے اور قاری کو بار بار صفحہ پلیٹ کر ایک ایک جملہ مکمل کرنا پڑتا ہے " نخبۃ الفکر کے الگ سے شائع ہوجانے کی وجہ سے اصول حدیث کا خلاصہ چند صفحات میں سمٹ کر آگیا ہے ۔

(۲) کتاب کے شروع میں مشہور محدث حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی صاحب دامت برکاتہم (جو علم حدیث پر کئی محققانہ کتابوں کے مصنف ہیں اور علم حدیث اور اسماء رجال میں برصغیر کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے ہیں) کے خاص خاص نکات کی وہ فہرست شامل ہے ، جو اپنی زیر مطالعہ کتاب کے شروع میں مختلف اوقات میں انہوں نے نوٹ کئے ہیں اور بلاشبہ ان کے یہ نکات اہل علم حضرات کے لئے بیش بہا معلومات اور بڑی دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں ۔

(۳) کتاب نسبتاً بڑے سائز میں شائع ہوئی ہے ، جس کی وجہ سے متن اور حاشیہ سے استفادہ سہل ہوگیا ہے ۔

کتاب عکسی چھاپی گئی ہے ، کاغذ اور طباعت نہایت عمدہ اور قیمت بھی بہت مناسب ہے ہماری رائے میں " الرحیم اکیڈمی " کی شائع کردہ یہ کتاب اہل علم حضرات اور طلبائے درس نظامی کے لئے بہترین تحفہ ہے ۔ (م ۔ ع ۔ م)